اہل بیتؑ کے شیعہ

آیۃ اللہ محمد مہدی آصفی

مترجم: نثار احمد زین پوری

اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ
لِیُذْہِبَ عَنکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ
وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیرًا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت رحم کرنے والا اور مہربان ہے"

اہل بیتؑ کے شیعہ

آیۃ اللہ محمد مہدی آصفی

مترجم: نثار احمد زین پوری

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

سرشناسه : آصفی ، محمد مهدی ، ۱۳۱۷ -
عنوان قراردادی : شیعه اهل البیت علیهم السلام . اردو
عنوان و پدید آور : اهل بیت کی شیعه / محمد مهدی آصفی ؛ مترجم نثار احمد زین پوری .
مشخصات نشر : قم : مجمع جهانی اهل البیت (ع) ، ۱۳۸۵.
مشخصات ظاهری : ۱۶۲ ص.
شابک : 9- 044 - 529 - 964
یادداشت : اردو
یادداشت : فیپا
یادداشت : کتابنامه به صورت زیر نویس .
موضوع : خاندان نبوت .
موضوع : چهارده معصوم .
شناسه افزوده : زین پوری ، نثار احمد ، مترجم .
شناسه افزوده : مجمع جهانی اهل بیت (ع)
رده بندی کنگره : ۹۰۴۶ ش ۶ آ ۱۶ /۲۵ BP
رده بندی دیویی : ۲۹۷/۹۳۱
شماره کتابخانه ملی : ۲۱۶۴۶ – ۸۵ م



نام کتاب: اہل بیتؑ کے شیعہ
مولف: آیۃ اللہ محمد مہدی آصفی
مترجم: نثار احمد زین پوری
مصحح: کلب صادق اسدی
پیشکش: معاونت فرہنگی، ادارۂ ترجمہ
کمپوزنگ: masoomiya@yahoo.co.in
ناشر: مجمع جہانی اہل بیت (ع)
طبع اول: ۱۴۲۷ھ ۲۰۰۶ء
تعداد: ۳۰۰۰
مطبع: لیلیٰ
ISBN: 964-529-044-9
WWW.ahl-ul-bayt.org
info@ahl-ul-bayt.org

حرف اول

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت و ظرفیت کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے حتی ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے اور غنچہ وکلیاں رنگ ونکھار پیدا کرلیتی ہیں تاریکیاں کافور اور کوچہ وراہ اجالوں سے پرنور ہوجاتے ہیں، چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے قوت وقابلیت کے اعتبار سے فیض اٹھایا۔

اسلام کے مبلغ وموسس سرور کائنات حضرت محمد مصطفی ﷺ غار حراء سے مشعل حق لے کر آئے اور علم وآگہی کی پیاسی اس دنیا کو چشمۂ حق وحقیقت سے سیراب کردیا، آپ کے تمام الٰہی پیغامات ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقائے بشریت کی ضرورت تھا، اس لئے ۲۳ برس کے مختصر عرصے میں ہی اسلام کی عالمتاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمراں ایران وروم کی قدیم تہذیبیں اسلامی قدروں کے سامنے ماند پڑگئیں، وہ تہذیبی اصنام جو صرف دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں اگر حرکت وعمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا حوصلہ، ولولہ اور شعور نہ رکھتے تو مذہب عقل وآگہی سے روبرو ہونے کی توانائی کھودیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان ومذاہب اور تہذیب وروایات پر غلبہ حاصل کرلیا۔

اگر چہ رسول اسلام ﷺ کی یہ گرانبہا میراث کہ جس کی اہل بیت علیہم السلام اور ان کے پیرووں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر حفاظت و پاسبانی کی ہے، وقت کے

ہاتھوں خود فرزندان اسلام کی بے توجہی اور نا قدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوں کا شکار ہو کر اپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے محروم کردی گئی تھی، پھر بھی حکومت و سیاست کے عتاب کی پروا کئے بغیر مکتب اہل بیت علیہم السلام نے اپنا چشمۂ فیض جاری رکھا اور چودہ سو سال کے عرصے میں بہت سے ایسے جلیل القدر علماء و دانشور دنیائے اسلام کو تقدیم کئے جنھوں نے بیرونی افکار و نظریات سے متاثر اسلام و قرآن مخالف فکری و نظری موجوں کی زد پر اپنی حق آگین تحریروں اور تقریروں سے مکتب اسلام کی پشت پناہی کی ہے اور ہر دور اور ہر زمانے میں ہر قسم کے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا ہے، خاص طور پر عصر حاضر میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام و قرآن اور مکتب اہل بیت علیہم السلام کی طرف اٹھی اور گڑی ہوئی ہیں، دشمنان اسلام اس فکری و معنوی قوت و اقتدار کو توڑنے کے لئے اور دوستداران اسلام اس مذہبی اور ثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب و کامراں زندگی حاصل کرنے کے لئے بے چین و بے تاب ہیں، یہ زمانہ علمی اور فکری مقابلے کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھا کر انسانی عقل و شعور کو جذب کرنے والے افکار و نظریات دنیا تک پہنچائے گا، وہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا۔

(عالمی اہل بیتؑ کونسل) مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہل بیت عصمت و طہارت کے پیروؤں کے درمیان ہم فکری و یکجہتی کو فروغ دینا وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایا ہے کہ اس نورانی تحریک میں حصہ لے کر بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے، تاکہ موجودہ دنیائے بشریت جو قرآن و عترت کے صاف و شفاف معارف کی پیاسی ہے زیادہ سے زیادہ عشق و معنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان و ولایت سے سیراب ہو سکے، ہمیں یقین ہے عقل و خرد پر استوار ماہرانہ انداز میں اگر

اہل بیتؑ عصمت و طہارت کی ثقافت کو عام کیا جائے اور حریت و بیداری کے علمبردار خاندان نبوتؐ و رسالت کی جاوداں میراث اپنے صحیح خد و خال میں دنیا تک پہنچادی جائے تو اخلاق و انسانیت کے دشمن، انانیت کے شکار، سامراجی خوں خواروں کی نام نہاد تہذیب و ثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی آدمیت کو امن و نجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر (عج) کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے تیار کیا جا سکتا ہے۔

ہم اس راہ میں تمام علمی و تحقیقی کوششوں کے لئے محققین و مصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو مؤلفین و مترجمین کا ادنیٰ خدمتگار تصور کرتے ہیں، زیر نظر کتاب، مکتب اہل بیتؑ کی ترویج و اشاعت کے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، فاضل علامہ آیۃ اللہ محمد مہدی آصفی کی گرانقدر کتاب "اہل بیتؑ کے شیعہ" کو فاضل جلیل مولانا نثار احمد زین پوری نے اردو زبان میں اپنے ترجمہ سے آراستہ کیا ہے، جس کے لئے ہم دونوں کے شکر گزار ہیں اور مزید توفیقات کے آرزومند ہیں، اسی منزل میں ہم اپنے تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنھوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے، خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے۔

والسلام مع الاکرام

مدیر امور ثقافت، مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿قل لا اسالکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ﴾ سورہ شوریٰ:۲۳

اے رسول کہہ دیجئے کہ میں تم سے تبلیغ کی کوئی اجرت نہیں چاہتا ہوں سوائے اس کے کہ تم میرے قرابتداروں سے محبت کرو۔

﴿انما ولیکم اللہ و رسولہ و الذین آمنوا الذین یقیمون الصلاۃ و یؤتون الزکاۃ و ھم راکعون﴾ سورہ مائدہ:۵۵

تمہارا ولی خدا، اس کا رسول اور وہ لوگ ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور حالت رکوع میں زکواۃ دیتے ہیں۔

﴿یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس﴾ سورہ مائدہ:۶۷

اے رسول اس پیغام کو پہنچا دیجئے جو آپ پر نازل کیا جا چکا ہے اگر آپ نے یہ پیغام نہ پہنچایا تو گویا رسالت کا کوئی کام ہی انجام نہ دیا خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

اجمالی فہرست

فہرست

فہرست

اہل بیتؑ سے محبت اور نسبت کے شرائط

اہل بیتؑ کی محبت وعقیدت سے متعلق کچھ باتیں

مکتب اہل بیتؑ سے منسوب ہونے کے طریقے

استدراک والحاق

فہرست

اہل بیتؑ قرآن کی نظر میں

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾

"اے اہل بیت اللہ کا بس یہ ارادہ ہے کہ ہر قسم کے رجس کو تم سے دور رکھے اور تم کو اس طرح پاک رکھے جیسے پاک رکھنے کا حق ہے"۔

"سورۂ احزاب:۳۳"

اہل بیتؑ حدیثِ رسولؐ کی نظر میں

"إنی تارك فیکم الثقلین کتاب اللّٰه وعترتی أهل بیتی ما إن تمسکتم بهما لن تضلوا بعدی أبداً"

"میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کتاب خدا اور اپنی عترت جو کہ میرے اہلبیتؑ ہیں اگر تم ان دونوں سے وابستہ رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے"۔

(۱)

پیش گفتار

اہل بیت کے شیعہ کون ہیں

پیش گفتار

''تشیع'' کے معنی نسبت، مشایعت، متابعت اور ولاء کے ہیں، یہ لفظ قرآن مجید میں بھی بیان ہوا ہے: ﴿وَ اِنَّ مِن شِیعَتِهِ لَاِبرَاهِیمَ اِذ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلبٍ سَلِیمٍ﴾ (۱) ان کے شیعوں میں سے ابراہیم بھی ہیں جب وہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں قلب سلیم کے ساتھ آئے۔

یعنی نوحؑ کے پیروؤں میں سے ابراہیمؑ بھی تھے جو خدا کی وحدانیت اور عدل کی طرف دعوت دیتے تھے اور نوحؑ ہی کے نہج پر تھے۔

لیکن یہ لفظ علیؑ بن ابی طالب اور آپؑ کے بعد آپؑ کی ذریت سے ہونے والے ائمہ سے محبت و نسبت رکھنے والوں کے لئے استعمال ہونے لگا ہے۔ یہی رسولؐ کے اہل بیت ہیں کہ جن کی شان میں آیت تطہیر اور آیت مودت نازل ہوئی ہے۔

تاریخ اسلام میں یہ لفظ اہل بیت رسولؐ سے محبت و نسبت اور ان کے مکتب سے تعلق رکھنے والوں کے لئے شہرت پا گیا ہے۔ اس محبت و نسبت اور اتباع کے دو معنی ہیں: سیاسی اتباع و نسبت (سیاسی امامت) اور ثقافتی و معارفی اتباع (فقہی و ثقافتی مرجعیت) یہ وہ چیز ہے جس کے ذریعہ شیعیانِ اہل بیتؑ پہچانے جاتے ہیں اور دوسرے مسلمانوں سے ممتاز ہوتے ہیں۔

اب آپ کے سامنے مذکورہ دونوں شقوں کی وضاحت کی جاتی ہے:

۱۔ اہل بیت کی سیاسی امامت

رسولؐ نے حجۃ الوداع سے واپس لوٹتے ہوئے، غدیر خم میں (قافلہ کے) مختلف راستوں میں بٹنے سے پہلے یہ حکم دیا کہ جو لوگ آگے بڑھ گئے ہیں ان کو واپس بلایا جائے اور جو

(۱) سورۂ صافات/۸۳

پیچھے رہ گئے ہیں وہ آپ سے ملحق ہو جائیں یہاں تک کہ آپؐ کے پاس لوگوں کا جم غفیر جمع ہو گیا۔ اس وقت شدید گرمی تھی اس سے پہلے وہ اتنی شدید گرمی سے دوچار نہیں ہوئے تھے۔

رسولؐ کے حکم سے شامیانے لگائے گئے ان کے نیچے جھاڑو لگائی گئی، پانی چھڑکا گیا آپؐ کے لئے کپڑے سے سایہ کیا گیا۔ آپؐ نے نماز ظہر پڑھی پھر خطبہ دیا اور لوگوں کو اس بات سے آگاہ کیا کہ آپ کا وقت قریب ہے پھر آپؐ نے علی بن ابی طالب کا ہاتھ پکڑا (اور اتنا بلند کیا کہ) آپ کی بغلوں کی سفیدی نمایاں ہوگئی اس کے بعد فرمایا:

اے لوگو! کیا میں تم سب سے اولیٰ نہیں ہوں۔ سب نے کہا: ہاں! پھر فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی مولا ہیں، اے اللہ جو ان کو دوست رکھے تو اس کو دوست رکھ اور جو ان کو دشمن سمجھے تو اس کو دشمن سمجھ، جو ان کی نصرت کرے تو اس کی مدد فرما اور جو ان کو چھوڑ دے تو اس کو رسوا فرما۔

خدا نے اپنے رسول کو اس سے پہلے اس پیغام کو پہنچانے کا حکم دیا تھا جیسا کہ ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾(۱)

اس آیت میں خدا نے رسول کو یہ حکم دیا ہے کہ لوگوں کو اپنے بعد ہونے والے وصی اور ولی کا تعارف کرا دیں۔ یہ بات آیت میں بڑی تاکید کے ساتھ کہی گئی ہے، ہمیں قرآن مجید میں کوئی دوسری آیت ایسی نہیں ملتی جس میں رسول کو اس انداز میں مخاطب کیا گیا ہو ﴿وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ﴾ اس کے بعد رسول کو اطمینان دلانے کے انداز میں مخاطب کیا ہے کیونکہ اس وقت رسول خود کو لوگوں کے شر سے محفوظ نہیں سمجھ رہے تھے لہذا خدا نے فرمایا:

(۱) سورۂ مائدہ، ۶۷۔

﴿وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾

جب رسولؐ نے لوگوں کو ولایت اور وصایت کے بارے میں بتا دیا اور تبلیغ دین کی تکمیل کر دی تو اس سلسلہ میں خدا نے فرمایا:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾

عہد صحابہ سے آج تک تاریخ کے اس عظیم واقعہ کی روایتیں ہر طبقہ اور سند کے اعتبار سے متواتر ہیں چنانچہ طبقہ اولیٰ میں ایک سو دس صحابہ سے زیادہ نے اس کو بیان کیا ہے اور دوسرے طبقہ میں ۸۴ تابعین نے اس کی روایت کی ہے، اس کے بعد راویوں کے طبقات میں وسعت ہوتی رہی شیخ عبد الحسین امینی نے اپنی کتاب "الغدیر" کی پہلی جلد میں اس حدیث کے راویوں کی تعداد بیان کی ہے، ہمارے ساتھی محقق سید عبد العزیز طباطبائی نے اس کی مستدرک لکھی ہے، جس میں موصوف نے کچھ صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور منابع و ماخذ کا اضافہ کیا ہے۔

اس حدیث کے طرق اتنے صحیح ہیں کہ اس میں شک نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اس حدیث کو حفاظ، محدثین، مفسرین، مورخین اور بہت سے لوگوں نے بیان کیا ہے کہ ان سب کا بیان کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے، ترمذی اپنی صحیح میں، ابن ماجہ نے سنن میں، احمد بن حنبل نے مسند میں، نسائی نے خصائص میں، حاکم نے مستدرک میں، متقی ہندی نے کنز العمال میں، مناوی نے فیض القدیر میں، ہیثمی نے مجمع الزوائد میں، محب الطبری نے ریاض النضرۃ میں، خطیب نے تاریخ بغداد میں، ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں، ابن اثیر جزری نے اسد الغابۃ میں، طحاوی نے مشکل الآثار میں، ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں، ابن حجر نے صواعق محرقہ میں، ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اور بہت سے لوگوں نے حدیث غدیر کی روایت کی ہے کہ اس مقدمہ میں ان کا ذکر نہیں کیا جا سکتا۔

ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں بعض ان صحابہ کے اسماء تحریر کیے ہیں جنہوں نے حدیث غدیر کی روایت کی ہے اور لکھا ہے کہ ابن جریر طبری نے اپنی تالیف میں حدیث ولایت کو نقل کیا ہے، اس میں اس حدیث کو نقل کرنے والوں کی تعداد کئی گنا زیادہ ہے اور موصوف نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ پھر لکھتے ہیں: ابو العباس بن عقدہ نے اس حدیث کے طرق کو جمع کیا ہے اور ستر یا ستر سے زیادہ صحابہ سے اس کی روایت کی ہے۔(۱)

فتح الباری میں لکھا ہے: لیکن، حدیث " من كنت مولاه فعليّ مولاه " کو ترمذی اور نسائی نے نقل کیا ہے اور اس کے طرق بہت زیادہ ہیں۔ ان طرق کو ابن عقدہ نے ایک الگ کتاب میں جمع کیا ہے۔ اس حدیث کی زیادہ تر سندیں صحیح اور حسن ہیں۔(۲)

لہذا اس کے متن و سند میں کوئی شک نہیں کرے گا اور اس کے جو قرائن ہیں وہ اتنے روشن ہیں کہ شک کی گنجائش ہی نہیں رہتی ہے۔

رسولؐ کا شدید گرمی میں صحابہ کے جم غفیر کو، ان کے مختلف راستوں میں تقسیم ہونے سے قبل، جمع کرنا اور جو پیچھے رہ گئے تھے ان کا انتظار کرنا اور جو آگے نکل گئے تھے ان کو پیچھے بلانا، امت کی سرنوشت میں اہمیت کے حامل ایک امر کے لئے تھا۔

رسولؐ نے علیؑ کا ہاتھ بلند کرنے اور ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' کہنے سے پہلے صحابہ سے معلوم کیا: کیا میں تمہارے نفسوں پر خود تم سے زیادہ حق تصرف نہیں رکھتا ہوں؟ سب نے کہا: بیشک، آپ اولیٰ ہیں اور یہ تمام مسلمانوں پر رسول کی حاکمیت و ولایت کے معنی ہیں - لہذا فرمایا:

"من كنت مولاه فهذا عليّ مولاه"

(۱) تہذیب التہذیب: ج ۷، ص ۳۳۹ حالات علی بن ابی طالب

(۲) فتح الباری: ج ۸، ص ۶۱ ب ۹ مناقب علی بن ابی طالب

پھر بہت سے بزرگ صحابہ علیؑ کو ولایت کی مبارک باد دینے کے لئے خدمت علیؑ میں حاضر ہوئے، ان میں ابوبکر و عمر بھی شامل تھے۔

اس کے علاوہ اس کی دلالت، شہرت، گواہی اور تصریح رسولؐ کے بعد ہونے والے خلیفہ اور امام کے لئے کافی ہے۔ اس سے رسول کا مقصد تھا کہ علیؑ کو اپنے بعد مسلمانوں کا امام بنا دیں مگر کیا کیا جائے کہ سیاسی امور آڑے آ گئے اور لوگ اس حدیث کی دلالت میں شک کرنے لگے جبکہ اس کی سند میں شک کرنا ان کے لئے آسان نہیں تھا۔ شیعیان اہل بیت اس اور دوسری واضح و صحیح حدیثوں کی روشنی میں رسولؐ کے بعد علیؑ کو اور ان کے بعد ان کی ذریت سے ہونے والے ائمہ کو سیاسی امام تسلیم کرتے ہیں۔

۲۔ اہل بیتؑ، فقہی و ثقافتی مرجعیت

یہ نکتہ ان دو روشن شقوں میں سے ایک ہے جن کے ذریعہ اہل بیتؑ کے شیعہ دوسرے مسلمانوں سے جدا ہوتے ہیں۔

رسولؐ نے اہل بیتؑ کو اپنی حیات ہی میں مسلمانوں کا مرجع بنا دیا تھا کہ وہ حلال و حرام میں ان سے رجوع کریں گے وہ انہیں سیدھے راستہ کی ہدایت کریں گے اور ان کو گمراہی سے بچائیں گے: اور اہل بیتؑ کو قرآن سے مقرون کیا تھا یہ بات حدیث ثقلین سے ثابت ہے جو کہ محدثین کے درمیان مشہور ہے اور فریقین کے نزدیک صحیح ہے اور رسولؐ سے اس کی روایت متواتر ہے اور یہ تواتر ہے اور شہرت اس لئے ہے کہ رسولؐ نے اپنے بعد اس کے پھیلانے کا اہتمام کیا تھا۔

جن لوگوں نے اس حدیث کی روایت کی ہے ان میں سے مسلم بن حجاج بھی ہے

انہوں نے صحیح مسلم کے باب فضائل علی بن ابی طالب میں زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: ایک روز رسول خداؐ ایک تالاب کے کنارے، جس کو خم کہتے ہیں اور مکہ و مدینہ کے درمیان واقع ہے، ہمارے درمیان خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے، پہلے خدا کی حمد و ثناء کی، پھر لوگوں کو وعظ و نصیحت کی اس کے بعد فرمایا: اے لوگو! میں بھی بشر ہوں، قریب ہے کہ خدا کا فرستادہ آئے اور میں اس کی آواز پر لبیک کہوں، میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑنے والا ہوں ان میں سے ایک کتاب خدا ہے جس میں ہدایت و نور ہے، لہٰذا کتاب خدا کو لے لو اور اس سے وابستہ ہو جاؤ، کتاب خدا کے بارے میں ترغیب کی۔ پھر فرمایا: اور میرے اہل بیتؑ ہیں میں اپنے اہل بیتؑ کے بارے میں خدا کو یاد دلاتا ہوں۔ تین بار یہی جملہ دہرایا۔(۱)

ترمذی نے اپنی صحیح میں زید بن ارقم سے اسی طرح حدیث نقل کی ہے۔ زید بن ارقم کہتے ہیں: رسولؐ نے فرمایا: میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑنے والا ہوں اگر تم اس سے وابستہ رہو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے ان میں سے ایک دوسری سے عظیم ہے ایک کتابِ خدا ہے جو رسی کی مانند آسمان سے زمین تک ہے، دوسری میری عترت ہے وہی میرے اہل بیتؑ ہیں یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض پر وارد ہوں گے، دیکھنا یہ ہے کہ میرے بعد تم ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔(۲)

ترمذی نے جابر بن عبد اللہ سے بھی اس کی روایت کی ہے وہ کہتے ہیں: میں نے عرفہ کے روز رسولؐ کو دیکھا وہ ناقہ قصویٰ پر سوار ہیں اور خطبہ دے رہے ہیں، میں نے سنا کہ فرماتے ہیں: اے لوگو! میں نے تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اس سے وابستہ

(۱) صحیح مسلم کتاب فضائل صحابہ، باب فضائل علی بن ابی طالب
(۲) سنن ترمذی: ج ۲ ص ۳۰۸ کتاب المناقب، اہل بیتؑ ح ۳۷۸۸

ہو گئے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور وہ ہے کتاب خدا اور میرے اہل بیت عترت۔(۱)

حاکم نے مستدرک الصحیحین میں اس حدیث کو اپنی سند سے زید بن ارقم سے متعدد طریقوں سے نقل کیا ہے۔(۲)

احمد بن حنبل نے مسند میں اس حدیث کو کئی طریقوں سے نقل کیا ہے: ابو سعید خدری سے(۳) زید بن ارقم سے(۴) اور زید بن ثابت سے اس کو دو طریقوں سے نقل کیا ہے۔(۵) اس حدیث کے بہت سے طرق ہیں، اس کی سندیں صحیح ہیں لہٰذا یہ حدیث مستفیض ہے۔ اور اس کی صحت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کو مسلم و ترمذی نے اپنی اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

علامہ میر حامد حسین لکھنوی نے (عبقات الانوار) میں اس حدیث کے طرق کو تفصیل کے ساتھ تحریر کیا ہے وہ ایک بڑی کتاب ہے اس کی دوسری جلد میں حدیث کی دلالت سے بحث کی ہے ابھی کچھ عرصہ پہلے ان دونوں جلدوں کو دس جلدوں میں طبع کیا گیا ہے۔ خدا سید میر حامد حسین پر رحم کرے اور ان کی اس علمی کوشش کو قبول فرمائے۔ اس حدیث میں:

۱۔ اہل بیتؑ کو رسولؐ نے قرآن کے برابر قرار دیا ہے۔

۲۔ دونوں کو خطا و گمراہی سے محفوظ قرار دیا ہے۔

۳۔ اپنی امت کو دونوں سے تمسک کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کی تاکید کی ہے۔

۴۔ امت کو یہ بھی بتایا ہے کہ یہ دونوں۔ قرآن و اہل بیتؑ۔ ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گے، یہاں تک کہ حوض کوثر پر آپؐ کے پاس وارد ہوں گے پس یہ دونوں رسولؐ کے بعد ہر چیز میں امت کے لئے مرجع ہیں، اس دین کے حدود، احکام اور اصول و فروع

(۱) سنن ترمذی: ج ۲ ص ۳۰۸ (۲) مستدرک الصحیحین: ج ۳ ص ۱۰۹، ۱۴۸ (۳) مسند احمد ج ۳ ص ۱۷ (۴) مسند احمد ج ۴ ص ۳۷۱ (۵) مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۱

کی معرفت کے لئے انہیں سے رجوع کیا جائے گا۔

صواعق میں ہیثمی لکھتے ہیں: جن حدیثوں میں امت کو اہل بیتؑ ، سے تمسک کرنے کی ترغیب کی گئی ہے ان میں یہ اشارہ موجود ہے کہ اہل بیتؑ ،سب سے لائق وشائستہ افرد، کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا تا کہ امت ان سے وابستہ ہو سکے اسی طرح قرآن بھی قیامت تک باقی رہے گا، یہ زمین کے لئے باعثِ امان ہیں جیسا کہ اس حدیث: فی کل خلف من امتی عدول من اهل بیتی (۱) میری امت کی ہر نسل میں میرے اہل بیت سے کچھ عادل ہوں گے۔(۲)

یہ تھا اس اہم نقطہ کا خلاصہ جس سے شیعہ ممتاز ہوتے ہیں۔

اس بحث سے جو ہمارا مقصد ہے اس تک پہنچنے کے لئے یہی کافی ہے کیونکہ یہ کتاب شیعیان اہل بیت کے عقائد کو بیان کرنے کے لئے کافی نہیں ہے اسی لئے ہم نے محبتِ اہل بیت سے متعلق درج ذیل چار نکات سے بحث کرنے کے لئے مذکورہ دو کو تمہید کے طور پر اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے، اور وہ نکات یہ ہیں:

۱۔ اہل بیتؑ سے محبت ونسبت کی قدر و قیمت

۲۔ مکتبِ اہل بیت سے محبت کرنے اور اس سے منسوب ہونے کے عام شرائط

۳۔ محبت کے اجزا اور اس کے عناصر

۴۔ مکتب اہل بیت سے نسبت ومحبت کے فوائد

اب ہم انشاءاللہ کے بعد دیگرے ان نکات سے بحث کریں گے۔

---

(۱) الصواعق المحرقہ: ۱۵۱ طبع مصر ۱۹۶۵ء (۲) جو شخص اس مقدمہ کو پڑھتا ہے وہ یہ سوال کرتا ہے کہ اہل بیت کون ہیں اور کیا خصوصیات ہیں، اس سوال کا جواب دینے کیلئے ہم کتاب کے آخر تک گفتگو جاری رکھیں گے تا کہ سلسلہ منقطع نہ ہو۔

(۲)

اہل بیتؑ سے نسبت اور محبت کی قدر و قیمت

محبت اہل بیتؑ کی اہمیت خدا اور رسولؐ کی نظر میں

ہم یہاں اہل بیت کی محبت کی اہمیت کے بارے میں کچھ آیتیں اور کچھ حدیثیں بیان کرتے ہیں:

علیؑ کے شیعہ ہی کامیاب ہیں

سیوطی نے درمنثور میں اس آیت: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ﴾(۱) کی تفسیر میں تحریر کیا ہے کہ ابن عساکر نے جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: ہم رسولؐ کی خدمت میں حاضر تھے کہ علیؑ تشریف لائے تو رسولؐ نے فرمایا: اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے قیامت کے دن یہ اور ان کے شیعہ ہی کامیاب ہیں۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ﴾ چنانچہ جب علیؑ آتے تھے تو اصحاب رسولؐ کہتے تھے: خیر البریۃ آرہے ہیں۔

علامہ عبدالرؤف المناوی نے اپنی کتاب "کنوز الحقائق" کے صفحہ ۸۲ پر اس طرح روایت کی ہے:

"شيعة علىّ هم الفائزون" علیؑ کے شیعہ ہی کامیاب ہیں۔ پھر لکھتے ہیں اس حدیث

---

(۱) سورہ بینہ: ۷

کو دیلمی نے بھی نقل کیا ہے۔

ہیثمی نے مجمع الزوائد کی کتاب المناقب کے مناقب علی بن ابی طالبؑ (۱) میں۔ علیؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: میرے دوستؐ نے فرمایا: اے علیؑ تم اور تمہارے شیعہ خدا کی بارگاہ میں اس حال میں پہونچو گے کہ تم اس سے راضی اور وہ تم سے خوش ہوگا اور تمہارا دشمن اس حال میں حاضر ہوگا کہ خدا اس پر غضبناک ہوگا اور وہ جہنم میں جائے گا۔

اس حدیث کی طبرانی نے اوسط میں روایت کی ہے۔

ابن حجر نے "صواعق کے ص ۹۶ پر روایت کی ہے اور لکھا ہے: دیلمی نے روایت کی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: اے علی: مبارک ہو کہ خدا نے تمہیں، تمہاری ذریت، تمہارے بیٹوں، اہل، تمہارے شیعوں اور تمہارے شیعوں کے دوستوں کو بخش دیا ہے۔ (۲)

ایوب بجستانی سے مروی ہے کہ انہوں نے ابوقلابہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: ام سلمہؓ نے کہا: میں نے رسولؐ خدا سے سنا کہ فرماتے ہیں: قیامت کے روز علیؑ اور ان کے شیعہ ہی کامیاب ہوں گے۔ (۳)

علیؑ اور ان کے شیعہ بہترین خلائق ہیں

جریر طبری نے اپنی تفسیر میں خداوند عالم کے اس قول ﴿أُولَـٰئِكَ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ﴾ کی تفسیر کے سلسلہ میں اپنی سند سے ابو جارود سے انہوں نے محمد بن علی سے روایت کی ہے کہ

(۱) مجمع الزوائد: ج ۹ ص ۱۳۱ (۲) فضائل الخمسہ من الصحاح الستہ: ج ۲ ص ۱۱۷ / ص ۱۱۸

(۳) بشارت مصطفیٰ: ص ۱۹۷

رسولؐ نے فرمایا: اے علیؑ تم اور تمہارے شیعہ ہی کامیاب ہیں۔ (۱)

اس کو سیوطی نے درمنثور میں جابر بن عبداللہ انصاری سے نقل کیا ہے اور لکھا ہے: اس حدیث کو ابن عدی اور ابن عساکر نے علیؑ سے مرفوع طریقہ سے نقل کیا ہے کہ: علی خیر البریۃ ہیں۔

نیز تحریر کیا ہے: ابن عدی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: جب یہ آیت ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَـٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ﴾ نازل ہوئی تو رسولؐ نے علیؑ سے فرمایا: روز قیامت تم اور تمہارے شیعہ خدا سے خوش اور وہ تم سے راضی ہوگا۔ (۲)

نیز لکھا ہے: ابن مردویہ نے علیؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے کہا: مجھ سے رسولؐ نے فرمایا: کیا تم نے خدا کا قول ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَـٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ﴾ نہیں سنا ہے؟ تمہاری اور تمہارے شیعوں کی، میری اور تمہاری وعدہ گاہ حوض، کوثر ہے جب امتیں حساب کے لئے آئیں گی تو تمہیں اور تمہارے شیعوں کو عزت کے ساتھ بلایا جائیگا اور بٹھایا جائیگا۔

ابن حجر نے صواعق میں لکھا ہے:

گیارہویں آیت ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَـٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ﴾ جمال الدین زرندی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت

(۱) تفسیر طبری: ج ۳ ص ۱۷۱، سورہ بینہ

(۲) درمنثور: سیوطی، تفسیر بینہ

نازل ہوئی تو رسولؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: یہ تم اور تمہارے شیعہ ہیں کہ قیامت کے روز تم خدا سے راضی اور وہ تم سے راضی ہوگا۔ اور تمہارا دشمن اس حال میں آئیگا کہ وہ غصہ میں ہوگا اور اس کے ہاتھ گردن کے طوق میں پڑے ہوں گے۔(۱)

اس روایت کو شبلنجی نے نورالابصار میں نقل کیا ہے۔(۲)

اسلام میں محبت اہل بیت کا مقام

محمد بن یعقوب کلینیؒ نے اپنی اسناد سے ابوحمزہ ثمالیؒ سے اور انہوں نے ابوجعفر سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں، نماز، زکواۃ، روزہ، حج اور ولایت، پر رکھی گئی ہے اور جس طرح ولایت کی طرف دعوت دی گئی ہے اس طرح کسی بھی چیز کی طرف نہیں بلایا گیا ہے۔(۳)

محمد بن یعقوب کلینی نے اپنی اسناد سے عجلان ابوصالح سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے ابوعبداللہ امام صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا: مجھے ایمان کی حدود و تعریف سے آگاہ کیجیے فرمایا: یہ گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، محمد اللہ کے رسولؐ ہیں، جو چیز وہ خدا کی طرف سے لائے ہیں وہ برحق ہے، پانچ وقت کی نماز، ماہ رمضان کا روزہ، خانہ کعبہ کا حج، ہمارے ولی کی ولایت اور ہمارے دشمن سے عداوت اور سچوں میں شامل ہونا۔(۴)

---

(۱) الصواعق المحرقہ: ۹۶ (۲) نورالابصار: ج ۷ ص ۷۰ و ص ۱۱۰ / ہم نے مذکورہ روایات کو فیروزآبادی کی کتاب فضائل الخمسہ من صحاب الستہ طبع مجمع جہانی اہل بیت: ج ۱ ص ۳۲۸ و ۳۲۹ سے نقل کیا ہے (۳) بحارالانوار: ج ۶۸ ص ۳۲۹ / اصول کافی: ج ۲ ص ۱۸ (۴) بحارالانوار: ج ۶۸ ص ۳۲۹ / اصول کافی: ج ۲ ص ۱۸

کلینی نے اپنی اسناد سے زرارہ سے انہوں نے ابوجعفر سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے اور وہ یہ ہیں، نماز، زکواۃ، روزہ، حج اور ولایت۔(۱)

رافضی کون ہیں

روایت ہے کہ ایک روز عمار کسی گواہی کے سلسلہ میں کوفہ کے قاضی ابن ابی لیلیٰ کے پاس گئے۔ قاضی نے ان سے کہا: اے عمار تم اٹھو! حقیقت یہ ہے کہ ہم تمہیں پہچان گئے ہیں تمہاری گواہی قبول نہیں کی جائیگی کیونکہ تم رافضی ہو، (یہ سن کر) عمار کھڑے ہو گئے اور ان پر رقت طاری ہوگئی اور ان کا جوڑ جوڑ کانپنے لگا۔

ابن ابی لیلیٰ نے ان سے کہا: آپ تو عالم و محدث ہیں اگر آپ کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ آپ کو رافضی کہا جائے تو رفض کو چھوڑ دیں، پھر تم ہمارے بھائی ہو۔ عمار نے اس سے کہا: جو تمہارا مسلک ہے وہی میرا مسلک ہے، لیکن مجھے اپنے اور تمہارے اوپر رونا آرہا ہے، اپنے اوپر تو میں اس لئے رو رہا ہوں کہ جس عظیم رتبہ کی طرف تو نے مجھے نسبت دی ہے میں اس کا اہل نہیں ہوں، تم نے یہ گمان کیا ہے کہ میں رافضی ہوں وائے ہو تم پر، (امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے: سب سے پہلے ان جادوگروں کو رافضی کہا گیا تھا جو عصا میں حضرت موسیٰ کا معجزہ دیکھ کر ان پر ایمان لائے اور ان کی پیروی کی اور فرعون کے حکم کو ٹھکرا دیا اور اپنے فائدہ کی ہر چیز کو قبول کر لیا تو فرعون نے انہیں رافضی کا نام دیا کیونکہ انہوں نے فرعون کے دین کو ٹھکرا دیا تھا تو اس

---

(۱) بحارالانوار: ج ۲ ص ۳۳۲ / اصول کافی: ج ۲ ص ۲۱

دیا تھا تو اس لحاظ سے رافضی وہ شخص ہے جو ان تمام چیزوں کو ٹھکرا دے جن کو خدا پسند نہیں کرتا ہے اور جس چیز کا خدا نے حکم دیا ہے اس پر عمل کرے، تو اس زمانہ میں ایسا کون ہے؟) اور اپنے اوپر اس لئے بھی رو رہا ہوں کہ مجھے خوف ہے اگر خدا کو میرے دل کی کیفیت کا علم ہو گیا جبکہ میں نے معزز لقب پایا ہے تو میرا پروردگار مجھے سرزنش کرے گا اور فرمائے گا: اے عمار کیا تم باطل چیزوں کو ٹھکرائے تھے اور طاعات پر عمل کرتے تھے جیسا کہ تمہیں لقب ملا ہے؟ اگر اس مدت میں میں سہل انگاری سے کام لونگا تو اس سے میرے درجات کم ہو جائیں گے، اور میرے اوپر شدید عقاب ہوگا مگر یہ کہ ہمارے مولا و آقا اپنی شفاعت کے ذریعہ ہماری مدد کریں۔

اور تمہارے اوپر اس لئے رو رہا ہوں کہ تم نے میرا ایسا نام رکھا ہے جس کا میں اہل نہیں ہوں مجھے ڈر ہے کہ تمہارے اوپر خدا کا عذاب نہ آ جائے کہ تم نے شریف ترین نام رکھا ہے اور اس کو پست ترین خیال کیا ہے تمہارا بدن اس بات کے عذاب کو کیسے برداشت کرے گا؟

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: اگر عمار کے اوپر آسمانوں اور زمینوں سے بھی زیادہ گناہ ہوتے تو ان کی اس گفتگو کے سبب ان سب کو محو کر دیا جاتا۔ یہ کلمات ان کے پروردگار کی بارگاہ میں ان کے حسنات میں اضافہ کریں گے، یہاں تک کہ ان کے کلام کا معمولی حصہ بھی اس دنیا سے ہزار گنا بڑا ہوگا۔(۱)

ہر محبت کا دعویدار شیعہ نہیں ہے

امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ ہم لوگوں کا گزر بازار میں اس شخص کے پاس سے ہوا جو یہ کہہ رہا تھا میں محمد و آل محمد کا مخلص شیعہ ہوں وہ اپنا کپڑا فروخت کرنے

(۱) بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۱۵۶ و ۱۵۷

کی غرض سے یہ آواز دے رہا تھا کہ کون زیادہ مہنگا خریدے گا؟ امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا:

"ما جهل ولا ضاع امرؤ عرف قدر نفسه، أتدرون ما مثل هذا؟ هذا شخص قال أنا مثل سلمان، و أبي ذر، و المقداد، و عمّار، و هو مع ذلك يباخس في بيعه و يدلس عيوب المبيع علىٰ مشتريه، و يشتري الشيء بثمن، فيزايد الغريب، يطلبه فيوجب له ثم اذا غاب المشتري قال لا أريده إلا بكذا بدون ما كان طلبه منه، أيكون هذا كسلمان و أبي ذر و المقداد و عمّار؟ حاش الله ان يكون هذا كهم، ولكن ما يمنعه من أن يقول إني من محبي محمد و آل محمد و من يوالي أولياءه و يعادي أعدائهم".

کیا تم جانتے ہو کہ اس کی مثال کیا ہے؟ یہ شخص کہہ رہا تھا میں سلمان، ابوذر، مقداد اور عمار یاسر کے مثل ہوں اس کے باوجود اپنی چیز کو کم ناپتا ہے اور خریدار سے اپنی اس چیز کا عیب چھپاتا ہے جس کو فروخت کر رہا ہے۔ اور معمولی قیمت میں ایک چیز خریدتا ہے اور اجنبی کو گراں قیمت پر فروخت کرتا ہے اور جب وہ چلا جاتا ہے تو اس کی برائی کرتا ہے۔

کیا یہ شخص سلمان و ابوذر اور مقداد و عمار جیسا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، ان جیسا نہیں ہو سکتا، وہ کیا چیز ہے جس نے اسے یہ کہنے سے باز رکھا کہ میں محمدؐ و آل محمدؐ کے شیعوں میں سے ہوں یا ان کے دوستوں کا دوست اور ان کے دشمنوں کا دشمن ہوں۔(۱)

مومنین اہل جنت کے لئے ایسے ہی درخشاں ہیں جیسے آسمان پر ستارے

امیر المومنینؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: یقیناً جنت والے ہمارے شیعوں کی طرف ایسے ہی دیکھیں گے جیسا کہ انسان آسمان کے ستاروں کو دیکھتا ہے۔(۲)

(۱) بحار الانوار: ج ۶۸ و ۱۵۷ (۲) بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۱۸، خصال الصدوق

امام صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: آسمان والوں کے لئے مومنین کا نور ایسے ہی چمکتا ہے جیسے زمین والوں کے لئے آسمان کے ستارے روشن ہیں۔(۱)

امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: امام صادقؑ کے چاہنے والوں کی ایک جماعت چاندنی رات میں آپؑ کی خدمت میں حاضر تھی ان لوگوں نے کہا: فرزند رسولؐ! کتنا اچھا ہوتا کہ یہ آسمان اور یہ ستاروں کا نور ہمیشہ رہتا۔ امام صادقؑ نے فرمایا: یہ نظم ونسق برقرار رکھنے والے چار فرشتے، جبریل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت زمین کی طرف دیکھتے ہیں تو تمہیں اور تمہارے بھائیوں کو زمین کے گوشہ وکنار میں دیکھتے ہیں جبکہ تمہارا نور آسمانوں میں ہوتا ہے اوران کے نزدیک یہ نور ستاروں سے زیادہ اچھا ہے اور وہ بھی اسی طرح کہتے ہیں جیسے تم کہتے ہو: ان مومنوں کا نور کتنا اچھا ہے۔(۱)

وہ اللہ کے نور سے دیکھتے ہیں

ابن ابی نجران سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے ابوالحسنؑ سے سنا کہ فرماتے ہیں: جو ہمارے شیعوں سے عداوت رکھتا ہے درحقیقت وہ ہم سے دشمنی رکھتا ہے اور جو ان سے محبت کرتا ہے درحقیقت وہ ہم سے محبت کرتا ہے کیونکہ وہ ہم میں سے ہیں وہ ہماری ہی طینت سے پیدا کئے گئے ہیں پس جوان سے محبت کرے گا وہ ہم میں سے ہے اور جو ان سے عداوت رکھے گا اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے، ہمارے شیعہ خدا کے نور سے دیکھتے ہیں اور خدا کی رحمت میں کروٹیں لیتے ہیں اوراس کی کرامت سے سرفراز رہتے ہیں اور ہمارے شیعوں

(۱) بحارالانوار: ج ۶۷ ص ۲۴۳/اصول کافی: ج ۲ص ۷۰اسے منقول

(۱) بحارالانوار: ج ۶۸ ص ۲۴۳/عیون اخبار رضا سے منقول

میں جس کو بھی کوئی غم ہوتا ہے اس کے غم میں ہم بھی غمگین ہوتے ہیں اور اس کے خوش ہونے سے ہم بھی خوش ہوتے ہیں۔(۱)

شیعہ اہل بیتؑ کی نظر میں

اہل بیتؑ اپنے شیعوں سے محبت کرتے ہیں

جس طرح اہل بیتؑ کے شیعہ اہل بیت سے محبت کرتے ہیں اسی طرح اہل بیت بھی اپنے شیعوں سے شدید طور پر محبت کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ ان کی خوشبو اور روحوں سے بھی محبت کرتے ہیں ان کے دیدار و ملاقات کو بھی دوست رکھتے ہیں وہ اسی طرح ان کے مشتاق رہتے ہیں جس طرح دو محبوب ایک دوسرے کے مشتاق رہتے ہیں اور یہ فطری بات ہے کیونکہ محبت کا تعلق طرفین سے ہوتا ہے ایک طرف سچی محبت ہوگی تو دوسری طرف بھی سچی محبت ہوگی۔

اسحٰق بن عمار نے علی بن عبدالعزیز سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے ابوعبداللہ سے سنا کہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم مجھے تمہاری خوشبو، تمہاری روحیں، تمہارا دیدار اور تمہاری ملاقات بھی محبوب ہے اور میں دینِ خدا اور دینِ ملائکہ پر ہوں پس اس سلسلہ میں تم ورع کے ذریعہ میری مدد کرو کیونکہ میں مدینہ میں شعیر کی مانند ہوں۔ میں گھومتا ہوں لیکن جب تم میں سے کوئی نظر آجاتا ہے تو مجھے سکون ہوجاتا ہے۔(۲)

جس طرح کالے بالوں میں سفید بال قلیل ہوتے ہیں اسی طرح میں مدنیہ میں تنہا ہوں، میں مدینہ میں گھومتا رہتا ہوں شاید تم میں سے کوئی نظر آجائے اور میں اس کے پاس آرام کروں۔

(۱) بحارالانوار: ج ۶۸ ص ۱۶۷/صفات الشیعہ ص ۱۶۲ سے منقول (۲) المحاسن: ص [illegible] /بحارالانوار: ج ۶۸ ص ۲۸ [illegible]

عبداللہ بن ولید سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے ابوعبداللہ سے سنا کہ فرماتے ہیں: ہم ایک جماعت ہیں خدا کی قسم میں تمہارے دیدار کو پسند کرتا ہوں اور تمہاری گفتگو کا اشتیاق رکھتا ہوں۔ (۱)

نصر بن مزاحم نے محمد بن عمران بن عبداللہ سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے والد مسجد میں داخل ہوئے تو وہاں ہمارے کچھ شیعہ بھی موجود تھے آپؑ ان کے قریب گئے انہیں سلام کیا اور ان سے فرمایا: خدا کی قسم میں تمہاری خوشبو اور روحوں کو دوست رکھتا ہوں، اور میں دینِ خدا پر ہوں۔

پس ورع و کوشش کے ذریعہ میری مدد کرو اور تم میں سے جو کسی کو اپنا امام بنائے اس کو اس کے مطابق عمل کرنا چاہئے، تم خدا کے سرباز ہو تم خدا کے اعوان ہو، تم خدا کے انصار ہو۔ (۲)

محمد بن عمران نے اپنے والد سے انہوں نے ابوعبداللہ، سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ایک روز میں اپنے والد کے ساتھ مسجد میں گیا تو دیکھا کہ منبر و قبر۔رسولؐ۔کے درمیان آپؑ کے اصحاب کی ایک جماعت بیٹھی ہے میرے والد ان کے قریب گئے انہیں سلام کیا اور فرمایا: خدا کی قسم میں تمہاری خوشبو اور روحوں کو دوست رکھتا ہوں۔ تو اس سلسلہ میں تم ورع و جانفشانی کے ذریعہ میری مدد کرو۔ (۳)

یہ دو کلمات انسان کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں:

۱۔ میں تمہاری خوشبو اور روحوں سے محبت کرتا ہوں۔

۲۔ ورع و کوشش کے ذریعہ تم میری مدد کرو۔

(۱) بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۳۹ (۲) بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۴۳ و ۴۴، بشارت المصطفیٰ ص ۱۶۔

(۳) بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۶۵ و ص ۱۱۸۔

پہلا جملہ محبت و شوق کے اعلیٰ مراتب کا غماز ہے کہ امام کو اتنا اشتیاق و عشق ہے کہ وہ اپنے شیعوں میں جنت کی خوشبو محسوس کرتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ محبت کے بارے میں اس سے زیادہ بلیغ اور واضح تعبیر استعمال ہوئی ہوگی۔

دوسرا جملہ اس محبت کے ضوابط کو بیان کرتا ہے کیونکہ یہ محبت لوگوں کی ایک دوسرے سے محبت کے فرق سے بدلتی رہتی ہے یہ بھی محبتِ خدا میں سے ہے اور یہ محبت کا بلند ترین درجہ ہے لیکن طاعت و عبودیت اور ورع و تقویٰ میں اس کا پلہ بھاری رہے گا اور ورع و تقوے کے جتنے پلے بھاری ہوں گے اسی تناسب سے محبت میں استحکام و بلندی پیدا ہوگی۔ اسی لئے امام نے اپنے شیعوں سے یہ فرمایا ہے کہ مجھے تم سے جو محبت ہے اس میں ورع، تقویٰ اور خدا کی طاعت و عبودیت کے ذریعہ میری مدد کرو۔

بیشک وہ لوگ امام کے شیعہ تھے اور اہل بیتؑ جانتے ہیں کہ شیعہ ان سے کتنی محبت رکھتے ہیں اہل بیتؑ اس محبت کے عوض ان کو اتنی ہی یا اس سے زیادہ محبت دینا چاہتے ہیں، لہٰذا اہل بیتؑ نے اپنے شیعوں سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ اپنے نفسوں کو اس محبت کا اہل بنا لیں اور یہ اہلیتؑ ورع و تقویٰ اور طاعت و عبودیت سے پیدا ہوگی اور اس وقت اہل بیتؑ کی اپنے شیعوں سے محبت خدا کی محبت ہی کی ایک کڑی ہوگی۔

اس طرح شیعوں سے اہل بیتؑ کی محبت ایسی ہی ہوگی جیسے باپ اپنے بیٹے سے محبت کرتا ہے وہ چاہتا ہے کہ بیٹا اپنے اخلاق و عادات اور کردار و آداب میں اس محبت کا اہل ہو اور وہ ایسا کام نہ کرے کہ جس سے باپ کی عزت پر حرف آئے اور اس کے دل سے بیٹے کی محبت نکل جائے اور وہ اسے عاق کردے۔

جس نے ان کے شیعوں سے عداوت کی اس نے ان سے دشمنی کی اور جس نے ان

کے شیعوں سے محبت کی اس نے ان سے محبت کی۔

جس طرح بغض ومحبت کا تعلق طرفین سے ہوتا ہے یعنی ایک طرف کی محبت اسی وقت سچی ہوسکتی ہے جب دوسری طرف بھی سچی محبت ہو اسی طرح تولا وتبرّیٰ بھی ہے پس جس طرح ہم اہل بیتؑ کے دشمنوں کو دشمن سمجھتے ہیں اوران سے نفرت کرتے ہیں اوران کے دوستوں سے محبت کرتے ہیں اسی طرح اہل بیتؑ بھی اس شخص کو دشمن سمجھتے ہیں جوان کے شیعوں سے عداوت رکھتا ہے اوراس شخص سے محبت کرتے ہیں جوان کے دوستوں سے محبت کرتا ہے۔

ابن ابی نجران سے روایت ہے کہ انہوں کہا، میں نے ابوالحسنؑ سے سنا ہے:

جس نے ہمارے شیعوں سے دشمنی کی درحقیقت اس نے ہم سے دشمنی کی اور جس نے ان سے محبت کی حقیقت میں اس نے ہم سے محبت کی، کیونکہ وہ ہم میں سے ہیں وہ ہماری طینت سے پیدا کئے گئے ہیں لہٰذا جو بھی ان سے محبت کرے گا وہ ہم میں سے ہے اور جوان سے دشمنی رکھے گا اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے، ہمارے شیعہ نورِ خدا سے دیکھتے ہیں وہ خدا کی رحمت میں چلتے پھرتے ہیں اوراس کی کرامت سے سرفراز وکامیاب ہوتے ہیں۔(۱)

ابوالحسنؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: جس نے ہمارے شیعوں سے عداوت کی اس نے ہم سے عداوت کی اور جس نے ان سے محبت کی اس نے ہم سے محبت کی کیونکہ وہ ہم ہی میں سے ہیں وہ ہماری طینت سے خلق کئے گئے ہیں جس نے ان سے محبت کی وہ بھی ہم میں سے ہے اور جس نے ان سے دشمنی کی اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے، ہمارے شیعہ نورِ خدا سے دیکھتے ہیں اوراسکی رحمت میں چلتے پھرتے ہیں اوراس کی کرامت سے سرفراز ہوتے

(۱) بحارالانوار: ۶۸ص ۱۶۸

ہیں اگر ہمارے شیعوں میں سے کسی کو کوئی مرض لاحق ہوتا ہے تو اس کے مرض سے ہم بھی متاثر ہوتے ہیں۔

اوراگران میں سے کوئی غمگین ہوتا ہے تو اس کے غم سے ہمیں بھی رنج ہوتا ہے اوراگر ان میں سے کوئی خوش ہوتا ہے تو اس کی خوشی سے ہم بھی خوش ہوتے ہیں اور ہمارا کوئی شیعہ ہماری نظروں سے غائب نہیں ہے خواہ وہ مشرق ومغرب میں کہیں بھی ہو اوراس کے اوپر کچھ قرض ہوتو ہمارے ذمہ ہے اوراگر اس نے مال چھوڑا ہوتو وہ اس کے وارث کا ہے۔

ہمارے شیعہ وہ لوگ ہیں جو نماز پڑھتے ہیں، زکواۃ دیتے ہیں، خانہ خدا کا حج کرتے ہیں، ماہ رمضان کے روزے رکھتے ہیں، اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں اوران کے دشمنوں سے بیزار رہتے ہیں یہی لوگ صاحبان ایمان وتقویٰ اور یہی اہل زہد وورع ہیں، جس نے ان کی بات کو رد کردیا اس نے خدا کے حکم کو رد کردیا اور جس نے ان پر طعن کیا اس نے خدا پر طعن کیا کیونکہ یہی خدا کے حقیقی بندے ہیں، یہی اس کے سچے دوست ہیں، خدا کی قسم اگر ان میں سے کوئی ربیعہ ومضر کے قبیلے کے برابر لوگوں کی شفاعت کرے گا تو خدا اس کی اس عظمت کی بنا پر جو اس کی نظر میں ہے ان کے بارے میں اس کی شفاعت کو قبول کرے گا۔(۱)

(۱) بحارالانوار: ج ۶۸ص ۱۶۸/صفات الشیعہ ۱۶۳

اہل بیت کے شیعوں پر اور شیعوں کے اہل بیتؑ پر حقوق

صرف اہل بیت ہی اپنے شیعوں سے اور ان کے دوستوں سے محبت اور ان کے دشمنوں سے نفرت و بیزاری نہیں کرتے ہیں بلکہ جس طرح شیعوں پر اہل بیت کے حقوق ہیں کہ وہ خدا کی طرف ان کی ہدایت و راہنمائی کریں اور ان کو حدود خدا کی تعلیم دیں اور انہیں عبودیت کے آداب سکھائیں اسی طرح ان کے شیعوں پر بھی لازم ہے کہ ان سے سیکھیں۔

ابو قتادہ نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ہمارے شیعوں کے حقوق ہم پر زیادہ واجب ہیں بہ نسبت ہمارے حقوق کے جو ان کے ذمہ ہیں۔ عرض کیا گیا کہ فرزندِ رسولؐ یہ کیسے؟ فرمایا: اس لئے کہ ان پر ہماری وجہ سے مصیبت پڑی ہے مگر ان کی وجہ سے ہم پر مصیبت نہیں پڑتی۔



(۳)

اہل بیتؑ سے

محبت اور نسبت کے شرائط

اہل بیت سے محبت ونسبت کے عام شرائط اوران کی محبت کی قیمت کے بارے میں

کہ جس کو ہم نے بیان کیا ہے کچھ عام شرطیں ہیں اہل بیت سے یہ نسبت ومحبت اسی وقت ثمر بخش ہوتی ہے جس وقت یہ شرائط پورے ہوتے ہیں،ان شرائط میں سے ایک شرط تفقہ ،تعبد، تقویٰ ، ورع، مومنوں اور مسلمانوں سے میل ملاپ ،نظم وضبط ،لوگوں کے ساتھ نیک برتاؤ امانتداری اورسچ گوئی بھی ہے۔

ان شرائط کے بغیر محبت حقیقی نہیں ہوسکتی ، بیشک حقیقی محبت اہل بیت کے سچے اتباع ہی میں ہے۔

یہ نکات اہل بیت کی ان تعلیمات سے ماخوذ ہیں جوانہوں نے اپنے شیعوں اوراپنی پیروی کرنے والوں کودی تھیں ملاحظہ فرمائیں:

"کونوا لنا زیناً ولا تکونوا علینا شیناً" ہمارے لئے باعث زینت بنوننگ وعار کا سبب نہ بنو۔

ائمہ اہل بیتؑ اپنے شیعوں سے یہ چاہتے ہیں کہ وہ ان کے لئے زینت کا باعث بنیں ننگ وعار کا سبب نہ بنیں کیونکہ جب وہ اسلامی اخلاق سے آراستہ ہوں گے اوراسلامی ادب سے سنور جائیں گے تو لوگ اہل بیتؑ کی مدح کریں گے اور یہ کہیں گے انہوں نے اپنے شیعوں کی کتنی اچھی تربیت کی ہے اور جب لوگ شیعوں کے لین دین ، بداخلاقی ان کے غلط برتاؤ، حدودِ خدا اوراس کے حلال وحرام سے ان کی لاپروائی کو دیکھیں گے تو ،ان کی وجہ سے وہ اہل بیتؑ پر بھی نکتہ چینی کریں گے۔

سلیمان بن مہران سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں جعفر بن محمد صادقؑ کی

خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ کے پاس کچھ شیعہ بھی موجود تھے اور آپؑ فرما رہے تھے: اے شیعو! ہمارے لئے باعثِ زینت بنو اور ننگ و رسوائی کا سبب نہ بنو لوگوں سے نیک بات کہو، اپنی زبان پر قابو رکھو اسے بری بات اور فضول کہنے سے باز رکھو۔ (۱)

امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اے شیعو! تم کو ہم سے نسبت دی جاتی ہے پس تم ہمارے لئے باعثِ زینت بنو، ہمارے لئے ننگ و عار کا سبب نہ بنو... (۲)

آپؑ ہی کا ارشاد ہے: خدا رحم کرے اس شخص پر جس نے لوگوں کے درمیان ہمیں محبوب بنایا اور ان کے درمیان ہمیں مبغوض و منفور نہیں بنایا۔ خدا کی قسم اگر وہ ہمارے کلام کے محاسن دیکھ لیتے تو اس کے ذریعہ انہیں اور عزت ملتی اور کوئی شخص کسی بھی چیز کے ذریعہ ان پر فائق نہ ہوتا۔ (۳)

آپؑ ہی کا قول ہے: خدا رحم کرے اس شخص پر جس نے لوگوں کے دلوں میں ہماری محبت پیدا کی اور ان میں ہماری طرف سے بغض نہیں پیدا کیا خدا کی قسم اگر وہ ہمارے کلام کے محاسن دیکھ لیتے تو یہ ان کے لئے زیادہ باعث عزت ہوتا اور پھر کوئی بھی شخص کسی بھی چیز کے ذریعہ ان پر فوقیت حاصل نہ کر پاتا لیکن اگر ان میں سے کوئی شخص ہماری کوئی بات سن لیتا تو اس میں دس کا اور اضافہ ہوتا۔ (۴)

آپؑ ہی سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اے عبد الاعلیٰ... انہیں (یعنی شیعوں کو) ہمارا اسلام کہہ دینا خدا ان پر رحم کرے اور یہ کہہ دینا کہ امام نے یہ کہا ہے: خدا رحم کرے اس

(۱) امالی طوسی: ج ۲ ص ۵۵، بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۱۵۱

(۲) مشکاۃ الانوار: ص ۶۷

(۳) مشکاۃ الانوار: ص ۱۸۰

(۴) روضۃ الکافی: ص ۲۹۳

بندے پر کہ جس نے لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف بھی مائل کیا اور ہماری طرف بھی اور وہ ان کے سامنے ایسی ہی چیز کو بیان کرتا ہے جس کو اچھا سمجھتے ہیں اور ان کے سامنے ایسی چیز کا اظہار نہیں کرتا جس کو برا سمجھتے ہیں۔ (۱)

امام جعفر صادقؑ ہی فرماتے ہیں: اے شیعو! ہمارے لئے باعث زینت بنو، سبب ذلت و رسوائی نہ بنو، لوگوں سے اچھی اور نیک بات کہو اور اپنی زبانوں کی حفاظت کرو اور اسے فضول و بری بات کہنے سے باز رکھو۔ (۲)

اہل بیتؑ خدا سے شفاعت کریں گے اور اس سے بے نیاز نہیں ہیں

بیشک اہل بیتؑ خدا کے ذریعہ بے نیاز ہیں، خدا سے بے نیاز نہیں ہیں وہ خدا کے اذن سے خدا سے شفاعت کریں گے، اس کی اجازت کے بغیر وہ کسی کی شفاعت نہیں کریں گے۔

پس جو شخص اہل بیتؑ کی محبت و ولایت اور ان سے نسبت کے ذریعہ خدا کی عبادت و طاعت اور تقویٰ و ورع سے بے نیاز ہونا چاہتا ہے وہ مسلکِ اہل بیتؑ سے ہٹ گیا ہے اس نے غیروں کا مذہب اختیار کر لیا ہے اور اس کو اہل بیتؑ کی محبت و مودت سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

عمرو بن سعید بن بلال سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت ہماری ایک جماعت تھی۔ آپؑ نے فرمایا: تم معتدل بن جاؤ یعنی میانہ روی اختیار کر لو کہ اس سے آگے بڑھ جانے والا تمہاری طرف پلٹ آئیگا اور پیچھے

(۲) بحار الانوار: ج ۲ ص ۷۷

(۳) بحار الانوار: ج ۷۱ ص ۳۱۰

رہ جانے والا تم سے ملحق ہو جائیگا اور اے آل محمد کے شیعو! یہ جان لو کہ ہمارے اور خدا کے درمیان کوئی رشتہ داری نہیں ہے اور نہ ہی خدا کے اوپر ہماری کوئی حجت ہے اور طاعت کے علاوہ کسی اور چیز کے ذریعہ خدا کا تقرب حاصل نہیں کیا جا سکتا پھر جو خدا کا مطیع و فرمانبردار ہوگا اس کو ہماری ولایت سے فائدہ پہنچے گا لیکن جو عاصی و نافرمان ہوگا اس کو ہماری ولایت سے کوئی فائدہ نہ ہوگا اس کے بعد ہماری طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا: دھوکا نہ دو اور افتراء پردازی نہ کرو۔(۱)

اب جو بھی اہل بیت کو چاہتا ہے اور ان کے مکتب سے منسوب ہونا چاہتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے اسے یہ جان لینا چاہئے کہ خدا کے اذن کے بغیر اہل بیت کسی کو کوئی نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتے ہیں، وہ بندے ہیں خدا کی مخلوق ہیں۔ خدا کے مقرب ہیں۔ پس جو بھی اہل بیت کو چاہتا ہے اور ان کی محبت کے ذریعہ خدا کا تقریب حاصل کرنا چاہتا ہے اور خدا کی بارگاہ میں شفاعت کا طلبگار ہے اسے خدا سے ڈرنا چاہئے، اور صالحین کے راستہ پر چلنا چاہئے۔

حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: خدا سے ڈرو! تمہیں کوئی دھوکا نہ دے اور کوئی شخص تمہیں نہ جھٹلائے، کیونکہ میرا دین وہی دین ہے جو آدم کا دین تھا جس کو خدا نے پسند کیا ہے اور میں بندہ و مخلوق ہوں خدا کی مشیت کے علاوہ میں اپنے نفع و ضرر کا بھی مالک نہیں ہوں اور میں وہی چاہتا ہوں جو خدا چاہتا ہے۔(۲)

تقویٰ اور ورع

اہل بیت نے اپنے شیعوں کو جو وصیتیں کی ہیں ان میں سب سے زیادہ تقوے اور

(۱) بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۱۷۸

(۲) بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۸۹، محاسن برقی سے منقول ہے۔

ورع کی وصیتیں ہیں، ان کے شیعہ وہی لوگ ہیں جو ان کی پیروی کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ جس شیعہ کا تقویٰ اور ورع زیادہ ہوگا اہل بیت کے نزدیک اس کی قدر و منزلت بھی زیادہ ہوگی، کیونکہ تشیع کا جوہر، اتباع، تاسی اور اقتدا ہے اور جو شخص اہل بیت کی اقتدا کرنا چاہتا ہے ان کی اقتداء کے لئے طاعت خدا، تقویٰ اور ورع کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ملے گا۔

ابو الصباح کنانی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں، میں نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا: ہم کو کوفہ میں آپ کی وجہ سے ذلیل سمجھا جاتا ہے لوگ ہمیں جعفری کہتے ہیں، یہ سن کر امام جعفر صادقؑ غضب ناک ہوئے اور فرمایا: تم میں سے جعفر کے اصحاب بہت کم ہیں، جعفر کے اصحاب تو وہی ہیں کہ جن کی پاکدامنی زیادہ اور جن کا عمل اپنے خالق کے لئے ہے۔(۱)

عمرو بن یحییٰ بن بسام سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے امام جعفر صادقؑ سے سنا کہ فرماتے ہیں: لوگوں کے درمیان آل محمدؐ اور ان کے شیعہ ورع و پاک دامنی کے زیادہ حقدار ہیں۔(۲)

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ہمارے شیعہ ورع و جانفشانی کے اہل ہیں، وہ وقار و امانتداری کے اہل ہیں، وہ زہد و عبادت کے اہل ہیں، شب و روز میں اکیاون رکعت نماز پڑھتے ہیں، راتوں کو عبادت کرتے ہیں، دن میں روزہ رکھتے ہیں، خانہ خدا کا حج کرتے ہیں اور ہر حرام چیز سے پرہیز کرتے ہیں۔(۳)

(۱) بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۱۶۶

(۲) بشارت المصطفیٰ ص ۱۷۱

(۳) بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۱۶۸

آپؑ ہی کا ارشاد ہے: خدا کی قسم علیؑ کا شیعہ تو بس وہی ہے جس نے اپنے شکم و شرمگاہ کو پاک رکھا، اپنے خالق کے لئے عمل کیا، اس کے ثواب کا امیدوار رہا اور اس کے عذاب سے ڈرتا رہا۔(۱)

آپؑ ہی سے مروی ہے: اے آل محمدؐ کے شیعو! سن لو کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو غیظ و غضب کے وقت اپنے نفس پر قابو نہ رکھے اور اپنے ہمنشین کے لئے اچھا ہمنشین ثابت نہ ہو اور جو اس کی ہمراہی اختیار کرے یہ اس کے لئے اچھا ساتھی ثابت نہ ہو اور جو اس سے صلح کرے تو یہ اس سے بہترین صلح کرنے والا ثابت نہ ہو۔(۲)

امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے: وہ ہمارا شیعہ نہیں ہے جو کسی شہر میں ہو اور اس شہر میں ہزاروں لوگ ہوں اور اس شہر میں کوئی اس سے زیادہ پاک دامن ہو۔(۳)

کلیب بن معاویہ اسدی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے امام صادقؑ سے سنا کہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم تم خدا اور فرشتوں کے دین پر ہو پس ورع و کوشش اور جانفشانی کے ذریعہ میری مدد کرو۔(۴)

کلیب اسدی ہی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے امام صادقؑ سے سنا کہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم تم لوگ خدا اور اس کے فرشتوں کے دین پر ہو پس اس سلسلہ میں تم ورع و کوشش کے ذریعہ میری مدد کرو، تمہارے لئے نماز شب اور عبادت ضروری ہے اور تمہارے لئے ورع لازم ہے۔(۵)

---

(۱) گذشتہ حوالہ (۲) بحار الانوار: ج ۷۸ ص ۲۶۶۔
(۳) بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۱۶۴۔ (۴) بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۱۶۴۔
(۵) بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۸۷، بشارۃ المصطفیٰ ص ۵۵ ص ۱۷۴

صاحب بصائر الدرجات نے مرازم سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں مدینہ گیا تھا، جس گھر میں میرا قیام تھا اس میں میں نے ایک کنیز کو دیکھا وہ مجھے بہت پسند آئی لیکن اس نے میرے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کر دیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں رات کا ایک تہائی حصہ گزرنے کے بعد واپس آیا، دروازہ کھٹکھٹایا تو اسی کنیز نے دروازہ کھولا، میں نے اپنا ہاتھ اس کے سینہ پر رکھ دیا، اس نے بھی کچھ حرکت کی یہاں تک کہ میں گھر میں داخل ہو گیا، اگلے دن میں ابوالحسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: اے مرازم وہ ہمارا شیعہ نہیں ہے جس نے تنہائی میں ورع سے کام نہیں لیا۔(۱)

ایک شخص نے رسولؐ کی خدمت میں عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ فلاں شخص اپنے ہمسایہ کی ناموس کو دیکھتا ہے اگر اسے مل جائے تو وہ پاک دامنی کا خیال نہیں کرے گا، یہ سن کر رسولؐ کو غیظ آ گیا، تو دوسرے آدمی نے کہا: وہ آپؐ سے اور علیؑ سے محبت رکھتا ہے اور آپ دونوں کے دشمنوں سے نفرت کرتا ہے، وہ آپ کا شیعہ ہے، تو رسولؐ نے فرمایا: یہ نہ کہو کہ وہ ہمارا شیعہ ہے وہ جھوٹ کہتا ہے ہمارا شیعہ تو بس وہی ہے جو ہمارے اعمال میں ہمارا اتباع کرتا ہے اور جس شخص کا تم نے ذکر کیا ہے اس نے ہمارے اعمال میں ہمارا اتباع نہیں کیا ہے۔(۲)

ایک شخص نے امام حسنؑ سے عرض کی: میں آپ کا شیعہ ہوں، امام حسنؑ نے فرمایا: اے خدا کے بندے اگر تم ہمارے اوامر میں ہمارے تابع ہو اور جن چیزوں سے ہم نے روکا ہے ان میں ہمارے مطیع ہو تو تم سچے ہو اور اگر تمہارا عمل اس کے برخلاف ہے تو تمہارے گناہوں کے ساتھ اس دعوے سے تمہارے مرتبہ میں اضافہ نہ ہوگا تم اس کے اہل نہیں ہو اور یہ نہ کہو کہ

---

(۱) بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۱۵۳، بصائر الدرجات ص ۲۴۷ (۲) بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۱۵۵۔

میں آپ کا شیعہ ہوں ہاں یہ کہو: میں آپ کے دوستوں میں سے ہوں اور آپ کا محب ہوں اور آپ کے دشمنوں کا دشمن ہوں۔(۱)

ایک شخص نے امام حسینؑ سے عرض کی: فرزندِ رسولؐ میں آپ کا شیعہ ہوں، آپ نے فرمایا: ہمارے شیعہ وہ ہیں جن کے دل ہر قسم کے مکروفریب اور خیانت وکینہ سے محفوظ ہیں۔(۲)

ابوالقاسم بن قولویہ کی کتاب سے اور انہوں نے محمد بن عمر بن حنظلہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: امام صادقؑ نے فرمایا: جو اپنی زبان سے خود کو ہمارا شیعہ کہتا ہے اور ہمارے اعمال واحکام میں مخالفت کرتا ہے وہ ہمارا شیعہ نہیں ہے، ہمارے شیعہ وہ ہیں جو اپنی زبان اور اپنے دل سے ہماری موافقت کرتے ہیں اور ہمارے احکام میں ہمارا اتباع کرتے ہیں اور ہمارے اعمال کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ یہی ہمارے شیعہ ہیں۔(۳)

تعبد و بندگی

ابوالمقدام سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: مجھ سے امام محمد باقرؑ نے فرمایا: اے ابو المقدام علیؑ کے شیعہ تو بس وہی ہیں بھوک کے سبب جن کے چہرے مرجھائے ہوئے، بدن دبلے پتلے اور نحیف ولاغر، ہونٹ سوکھے ہوئے، شکم پشت سے چپکے ہوئے، رنگ اڑے ہوئے اور چہرے زرد ہوتے ہیں، رات ہوتی ہے تو وہ زمین ہی کو اپنا فرش و بستر بنا لیتے ہیں، اپنی پیشانیوں کو زمین پر رکھتے ہیں، ان کے سجدے زیادہ، اشک فشانی زیادہ، ان کی دعا زیادہ

(۱) بحارالانوار: ج ۶۸ ص ۱۵۶۔

(۲) گذشتہ حوالہ۔ (۳) بحارالانوار: ج ۶۸ ص ۱۶۴ ح ۱۳۔

اور ان کا رونا زیادہ ہوتا ہے، جب لوگ خوش ہوتے ہیں تو یہ محزون ہوتے ہیں۔(۱)

روایت ہے کہ ایک رات امیرالمومنینؑ مسجد سے نکلے، رات چاندنی تھی آپ قبرستان میں پہنچے، آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ایک جماعت بھی آپ کے پاس پہنچ گئی آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم کون ہو؟ انہوں نے کہا:

اے امیرالمومنینؑ ہم آپ کے شیعہ ہیں آپ نے ان کی پیشانیوں کو غور سے دیکھا اور فرمایا: مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں تمہارے اندر شیعوں کی کوئی علامت نہیں پاتا ہوں؟ انہوں نے کہا: اے امیرالمومنینؑ شیعوں کی علامت کیا ہے؟ فرمایا: بیدار رہنے کی وجہ سے ان کے رنگ زرد، رونے کے سبب ان کی آنکھیں کمزور، مستقل کھڑے رہنے کے باعث کمر ٹیڑھی اور روزہ رکھنے کی وجہ سے ان کے شکم پشت سے چپکے ہوئے اور دعا کے سبب ہونٹ مرجھائے ہوتے ہیں اور ان پر خاشعین کی گرد پڑی ہوتی ہے۔(۲)

ابونصیر سے اور انہوں نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ہمارے شیعہ پاک دامن، زحمت کش، وفادار وامین، عابد وزاہد، شب و روز میں اکیاون رکعت نماز پڑھنے والے، راتوں میں عبادت میں مشغول رہنے والے، دنوں میں روزہ رکھنے والے اپنے اموال کی زکواۃ دینے والے خانہ کعبہ کا حج کرنے والے اور ہر حرام چیز سے پرہیز کرنے والے ہیں۔(۳)

شیخ صدوقؒ نے ''صفات الشیعہ'' میں اپنی اسناد سے محمد بن صالح سے انہوں نے ابوالعباس دینوری سے انہوں نے محمد بن حنفیہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: جب علیؑ

(۱) خصال: ج ۲ ص ۵۸/بحارالانوار: ج ۶۸ ص ۱۴۹ و ۱۵۰ (۲) بحارالانوار: ج ۶۸ ص ۱۵۰ و ۱۵۱/امالی طوسی: ج ۱ ص ۲۱۹۔ (۳) بحارالانوار: ج ۶۸ ص ۱۶۷/صفات الشیعہ ۱۶۲۔۱۶۳

اہل جمل سے جنگ کے بعد بصرہ تشریف لائے تو احنف بن قیس نے آپ کی اور آپ کے اصحاب کی دعوت کی کھانا تیار کیا اور احنف نے کسی کو آپ کو اور آپ کے اصحاب کو بلانے کے لئے بھیجا آپ تشریف لائے اور فرمایا: اے احنف میرے اصحاب سے کہدو اندر آ جائیں، تو آپ کے پاس خشک مشکیزہ کی طرح خاشع وانکسار پرور ایک گروہ آیا: احنف بن قیس نے عرض کی: اے امیر المومنینؑ! یہ ان کا کیا حال ہے؟ کیا کم کھانے کی وجہ سے ایسا ہوا ہے؟ یا جنگ کے خوف کی وجہ سے ان کی یہ کیفیت ہے؟!

آپ نے فرمایا: نہیں! اے احنف بیشک خداوند عالم کچھ لوگوں کو دوست رکھتا ہے کہ وہ اس کیلئے اس دنیا میں عبادت کرتے رہیں [کیونکہ ان کی عبادت] ان لوگوں کی عبادت کی طرح ہے کہ جن پر قیامت کے قریب ہونے کے علم کی وجہ سے ہیجانی کیفیت طاری ہے اور قبل اس کے کہ وہ قیامت کو دیکھیں انہوں نے اسکے لئے مشقت اٹھا کر خود کو تیار کیا ہے اور جب وہ اس صبح کو یاد کرتے ہیں کہ جس میں خدا کی بارگاہ میں اعمال پیش کئے جائیں گے تو وہ گمان کرتے ہیں کہ جہنم کی آگ سے ایک بڑا شعلہ نکلے گا اور تمام مخلوق کو ان کے پروردگار کے سامنے اکٹھا کرے گا اور لوگوں کے سامنے ان کے نامہ اعمال کو پیش کیا جائے گا اور ان کے گناہوں کی برائیاں آشکار ہو جائیں گی یہ سب سوچ کر قریب ہے کہ ان کی جانیں پگھل کر پانی پانی ہو جائیں اور انکے قلوب خوف کے پروں سے پرواز کرنے لگیں اور جب خود کو بارگاہ الٰھی میں تنہا محسوس کرتے ہیں تو دیگ کے کھولتے ہوئے پانی کی طرح کھولنے لگتے ہیں اور انکی عقلیں ان کا ساتھ چھوڑ دیتی ہیں۔

وہ رات کی تاریکی میں مصیبت زدہ لوگوں کی طرح آواز بلند کرتے ہیں اور اپنے نفس کے کرتوت پر غمگین رہتے ہیں لہذا ان کے بدن لاغر، ان کے دل مغموم ومحزون، ان کے

چہرے کرخت، ہونٹ مرجھائے ہوئے اور شکم پتلے ہیں، انہیں دیکھو گے تو ایسا لگے گا جیسے وہ نشہ میں ہوں، رات کی تنہائی میں بیدار رہتے ہیں، انہوں نے اپنے ظاہری و باطنی اعمال کو خدا کے لئے خالص کر لیا ہے، ان کے دل اس کے خوف سے بے پروا نہیں ہیں اگر تم انہیں رات میں اس وقت دیکھو کہ جب آنکھیں سو رہی ہوں، آوازیں خاموش ہو گئی ہوں اور گردش رک گئی ہو تو اس وقت قیامت کا خوف انہیں سونے سے باز رکھتا ہے، خداوند عالم کا ارشاد ہے: کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ہمارا عذاب ان پر رات میں آ جائے جب سو رہے ہوں۔(۱)

اور وہ گھبرا کر اٹھتے ہیں اور آواز بلند روتے ہوئے نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں پھر کبھی گریہ کرنے لگتے ہیں اور کبھی تسبیح پڑھتے ہیں اور کبھی اپنے محراب عبادت میں چیخ مار کر روتے ہیں، وہ تاریک رات کا انتخاب کرتے ہیں تا کہ صف باندھ کر خاموشی سے روئیں، اے احنف اگر تم ان کو راتوں میں دیکھو کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہیں تو تم ان کو اس حالت میں پاؤ گے کہ کمریں جھکی ہوئی ہیں اور اپنی نمازوں میں قرآن کے پاروں کی تلاوت کر رہے ہیں، ان کے رونے اور ہائے ویلا کرنے میں شدت پیدا ہو گئی ہے جب وہ سانس لیتے ہیں تم یہ گمان کرتے ہو کہ ان کے گلے میں آگ بھری ہوئی ہے اور جب وہ گریہ کرتے ہیں تو تم یہ خیال کرتے ہو کہ ان کی گردنوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا گیا ہے۔

اگر تم انہیں دن میں دیکھو گے تو تم انہیں ایسا پاؤ گے کہ وہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور لوگوں سے اچھی بات کہتے ہیں: اور "جب ان سے جاہل مخاطب ہوتے ہیں تو وہ کہتے ہیں تم سلامت رہو" (۲)، اور "جب وہ کسی لغو چیز کے پاس سے گزرتے ہیں تو احتیاط و بزرگی سے گزر

(۱) سورہ اعراف: ۷۔ (۲) الفرقان ۶۳۔

جاتے ہیں"۔(۱)

اپنے قدموں کو انہوں نے تہمت والی باتوں کی طرف بڑھنے سے روک رکھا ہے اور اپنی زبانوں کو لوگوں کی عزت وآبرو پر حملہ کرنے سے گنگ بنا رکھا ہے اور انہوں نے اپنے کانوں کو دوسروں کی فضول باتوں کو سننے سے روک رکھا ہے۔

اور اپنی آنکھوں میں گناہوں سے بچنے کا سرمہ لگا رکھا ہے اور انہوں نے دارالسلام میں داخل ہونے کا قصد کر رکھا ہے اور یہ دارالسلام وہ جو اس میں داخل ہوگا وہ شک اور رنج ومحن سے امان میں رہے گا۔(۲)

امام صادق سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: امام زین العابدینؑ اپنے گھر میں تشریف فرما تھے کہ کچھ لوگوں نے دروازہ پر دستک دی۔ آپ نے ایک کنیز سے فرمایا: دیکھو دروازہ پر کون ہے؟ انہوں نے کہا: آپ کے شیعہ ہیں، یہ سن کر آپ دروازے کی طرف اتنی تیزی سے گئے قریب تھا کہ آپ گر پڑیں، لیکن جب دروازہ کھول کر ان لوگوں کو دیکھا تو واپس لوٹ گئے اور فرمایا جھوٹ بولتے ہیں، ان کے چہروں پر شیعہ کی علامت کہاں ہے؟ عبادت کا اثر کہاں ہے؟ پیشانی پر سجدہ کا نشان کہاں ہے؟ ہمارے شیعہ تو بس اپنی عبادتوں اور اپنی پریشاں حالی سے پہچانے جاتے ہیں، کثرت عبادت سے ان کی ناک زخمی ہوگئی ہے ان کی پیشانی اور اعضاء سجدہ پر گٹھے پڑ گئے ہیں، ان کا پیٹ پتلا ہو گیا ہے، ہونٹ مرجھا گئے ہیں، عبادت کی وجہ سے ان کے چہرے مرجھا گئے ہیں، راتوں کی بیداری نے ان کی جوانی کو متغیر کر دیا ہے اور دن کی گرمی نے ان کے بدن کو پگھلا دیا ہے، یہ وہ ہیں کہ جب لوگ خاموش ہوتے ہیں تو یہ تسبیح کرتے ہیں اور جب لوگ سوتے ہیں تو یہ نماز پڑھتے ہیں اور جب لوگ خوش ہوتے ہیں تو یہ

(۱) الفرقان: ۷۲ (۲) بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۱۷۰ و ۱۷۱ منقول از صفات الشیعہ ۱۸۳

محزون ہوتے ہیں۔(۱)

نوف بن عبد اللہ بکائی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: مجھ سے علیؑ نے فرمایا: اے نوف ہم پاک طینت سے خلق کیے گئے ہیں اور ہمارے شیعہ ہماری ہی طینت سے پیدا ہوئے ہیں اور روز قیامت وہ ہم ہی سے ملحق ہو جائیں گے۔

نوف نے کہا: اے امیر المومنین مجھے اپنے شیعوں کے صفات بتائیے پس آپ اپنے شیعوں کو یاد کر کے روئے اور فرمایا: اے نوف خدا کی قسم ہمارے شیعہ حلیم و بردبار، خدا اور اس کے دین کی معرفت رکھنے والے، اس کے حکم پر عمل کرنے والے، اس کی محبت کی وجہ سے ہدایت یافتہ، عبادت کی وجہ سے نحیف ولاغر اور دنیا سے بے رغبتی کے سبب خرقہ پوش، نماز شب برپا رکھنے کے باعث ان کے چہروں کے رنگ زرد، رونے کے سبب آنکھیں چندھیائی ہوئیں اور ذکر خدا کی کثرت سے ہونٹ سوکھے ہوئے۔ بھوکا رہنے کے باعث پیٹ کمر سے لگے ہوئے، ان کے چہروں سے ربانیت اور ان کی پیشانیوں سے رہبانیت آشکار ہے وہ ہر تاریکی کا چراغ ہیں، ہر اچھی جماعت کا پھول ہیں، ان کی برائیاں ناپید، ان کے دل محزون، ان کے نفس پاک، ان کی حاجتیں کم، ان کے نفس مشقت میں اور لوگ ان سے راحت میں ہیں وہ عقل کے جام اور نجیب وخالص، اگر وہ سامنے ہوتے ہیں تو پہچانے نہیں جاتے اور وہ لاپتا ہو جاتے ہیں تو کسی کو ان کی تلاش کی فکر نہیں ہوتی یہ ہیں میرے بہترین شیعہ اور معزز ومحترم بھائی مجھے ان سے ملاقات کا بڑا اشتیاق ہے۔(۲)

رات کے عابد دن کے شیر

نوف ایک رات کا قصہ بیان کرتے ہیں وہ حضرت علیؑ کے ساتھ آپ کے گھر کی

(۱) بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۱۶۹ ح ۳۰ (۲) بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۱۷۷، امالی طوسی: ج ۲ ص ۱۸۸

چھت پر سو رہے تھے، امامؑ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور ایک مشتاق کی طرح آسمان کے ستاروں کو دیکھا پھر فرمایا: اے نوف تم سو رہے ہو یا بیدار ہو۔؟ انہوں نے کہا: بیدار ہوں۔ فرمایا: اے نوف! کیا تم میرے شیعہ کو جانتے ہو؟ میرے شیعہ وہ ہیں کہ جن کے ہونٹ سوکھے ہوئے، شکم کمر سے لگے ہوئے، ربانیت اور رہبانیت ان کے چہروں سے آشکار ہے، وہ رات کے عابد اور دن کے شیر ہیں۔ جب رات چھا جاتی ہے تو وہ ایک چادر کو لنگی کی طرح باندھ لیتے ہیں اور دوسری کو اوڑھ لیتے ہیں۔

وہ صف بستہ کھڑے ہو جاتے ہیں، اپنی پیشانیوں کو زمین پر رکھ دیتے ہیں، ان کی آنکھوں سے ان کے رخساروں پر آنسو بہتے ہیں اور وہ خدا سے اپنی نجات کی دعا کرتے ہیں اور دن میں وہ حلیم و بردبار، عالم و ابرار اور پرہیزگار ہیں۔(۱)

مذکورہ حدیث میں رات کے راہب اور دن کے شیر بہترین تعبیر ہے جو ان کے رات دن کے حالات کو بیان کرتی ہے، وہ شب کی سلطنت کے بادشاہ ہیں، جب رات ہو جاتی ہے تو تم انہیں رکوع، سجود اور بارگاہ خدا میں خشوع کرتے ہوئے دیکھو گے، خدا کی بارگاہ میں جہنم سے نجات کیلئے تضرع وزاری کرتے ہوئے پاؤ گے۔ اور جب دن نکل آتا ہے تو وہ میدانِ مقابلہ میں علماء اور بردبار و متقی ہوتے ہیں، محکم، ثابت قدم، صابر اور مقاومت کرنے والے ہیں۔

سمة العبيد من الخشوع عليهم   لله، أن ضمـــتهم الأسحار

فاذا ترجلت الضحى شهد لهم   بيـض القواضب أنهم احرار

ترجمہ:

جب رات ان کو اپنے دامن میں لے لیتی ہے تو ان کے اندر خدا کے بندوں کی

(۱) بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۱۹۱۔

علامت خشوع پیدا ہو جاتی ہے اور جب دن نکل آتا ہے تو تیز تلواروں کی چمک گواہی دیتی ہے کہ یہ آزاد ہیں۔

رات میں ذکر خدا اور دن میں تقوی انکی زندگی میں شب و روز کی روح کا شعار ہے۔

شب و روز میں اکیاون رکعت نماز پڑھتے ہیں

امام صادقؑ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ہمارے شیعہ ورع و جانفشانی سے کام لینے والے ہیں وہ باوفا، امانتدار اور زاہد و عبادت گزار ہیں، شب و روز میں اکیاون رکعت نماز پڑھتے ہیں، دن میں روزہ رکھتے ہیں، اپنے اموال کی زکواۃ دیتے ہیں، خانہ خدا کا حج کرتے ہیں اور ہر حرام چیز سے پرہیز کرتے ہیں۔(۱)

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں: ہمارے شیعہ تو وہی ہیں جو خدا سے ڈرتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں وہ اپنی خاکساری، خشوع، امانت کی ادائیگی اور ذکرِ خدا کی کثرت سے پہچانے جاتے ہیں...(۲)

امام صادقؑ فرماتے ہیں: ہمارے شیعوں کے پیٹ خالی، ہونٹ مرجھائے ہوئے اور وہ نحیف و لاغر ہوتے ہیں، جب رات ہوتی ہے تو وہ آہ وزاری کے ساتھ اس کا استقبال کرتے ہیں۔(۳)

ابو حمزہ ثمالی نے یحییٰ بن ام الطویل سے روایت کی ہے کہ انہوں نے خبر دی اور انہوں نے نوف بکالی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: مجھے حضرت امیر المومنینؑ سے کوئی کام تھا، لہٰذا میں، جندب بن زہیر ربیع بن خثیم اور ان کے بھانجے ہمام بن عبادہ بن خثیم آپ

(۱) بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۱۶۷ (۲) تحف العقول: ص ۲۱۵ (۳) بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۱۸۹۔

کے پاس گئے، دیکھا کہ آپؑ مسجد کی طرف جارہے ہیں۔ ہم اعتماد کے ساتھ آپؑ سے ملاقات کے لئے بڑھے۔

جب انہیں امیر المومنینؑ نظر آئے تو وہ کھڑے ہوکر آپ کی طرف دوڑے، آپ کی خدمت میں سلام بجالائے آپؑ نے ان کا جواب دیا پھر فرمایا: یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے بتایا: اے امیر المومنینؑ یہ آپ کے شیعہ ہیں، آپ نے ان کے لئے نیک بات کہی پھر فرمایا: اے لوگو! مجھے کیا ہوگیا ہے کہ میں تم میں اپنے شیعوں کی کوئی علامت نہیں پاتا ہوں اور اہل بیت کے محبوں کی نشانی نہیں دیکھتا ہوں، اس سے ان لوگوں کو شرم آگئی۔

نوف کہتے ہیں: جندب اور ربیع آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور دونوں نے کہا: اے امیر المومنین آپ کے شیعوں کی علامت اور ان کی صفت کیا ہے؟ آپ نے تھوڑی دیر کے بعد ان دونوں کا جواب دیا، فرمایا: تم دونوں خدا کا تقویٰ اختیار کرو اور نیکی کرو کیونکہ خدا ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور نیکیاں انجام دیتے ہیں۔

اس وقت ایک بڑے عبادت گزار، ہمام بن عبادہ نے کہا: میں آپ سے اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جس نے آپ اہل بیتؑ کو سرفراز کیا، آپ کو مخصوص قرار دیا۔ اور آپ کو بہت سی فضیلتوں سے نوازا، مجھے اپنے شیعوں کے صفات بتایئے، آپ نے فرمایا: قسم نہ دو میں تمہیں سارے صفات بتاؤں گا آپؑ ہمام کا ہاتھ پکڑ کر مسجد میں داخل ہوئے اور دو رکعت نماز مختصر و مکمل طور پر بجالائے پھر بیٹھ گئے اور ہماری طرف متوجہ ہوئے اس وقت بہت سے لوگ آپ کے چاروں طرف جمع ہوگئے تھے آپؑ نے خدا کی حمد و ثنا کی، محمدؐ پر درود بھیجا پھر فرمایا:

اما بعد: بیشک اللہ جلّ ثناؤہ و تقدّست أسماؤہ نے ساری مخلوقات کو پیدا کیا اور ان کے لئے عبادت کو لازمی قرار دیا اور طاعت کو فرض کیا اور ان کے درمیان ان کی معیشت و

روزی کو تقسیم کیا اور ان کے لئے دنیا میں ان کے مناسب حال ایک منزل قرار دی، جبکہ وہ ان سے بے نیاز تھا، نہ کسی طاعت کرنے والے کی طاعت اس کو فائدہ پہنچاتی ہے اور نہ کسی نافرمان کی نافرمانی اس کو نقصان پہنچاتی ہے، لیکن خداوند عالم کو یہ علم تھا کہ یہ لوگ اس چیز میں کوتاہی کریں گے جس سے ان کے حالات کی اصلاح ہوسکتی ہے اور دنیا و آخرت میں ان کے مصائب کم ہوسکتے ہیں۔ پس اس نے اپنے علم سے انہیں اپنے امر و نہی میں باندھ دیا، اختیار کے ساتھ انہیں حکم دیا اور تھوڑی سی تکلیف دی اور اس پر زیادہ ثواب دیا۔ خدا نے اپنے عدل و حکمت کی بنیاد پر اپنی محبت اور رضا کی طرف تیزی سے بڑھنے والے اور اس میں سستی کرنے والے اور اس کی نعمت سے گناہ میں مدد لینے کے درمیان میں فرق قائم کیا چنانچہ خداوند عالم کا قول ہے:

﴿أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ﴾(۱)

کیا ان لوگوں نے کہ جنھوں نے گناہ کئے ہیں یہ گمان کیا ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں کے برابر کردیں گے جو ایمان لائے اور نیک اعمال انجام دیئے کہ سب کی موت و حیات ایک جیسی ہو یہ ان لوگوں نے نہایت بدترین فیصلہ کیا ہے۔

اس کے بعد امیر المومنینؑ نے ہمام بن عبادہ کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: آگاہ ہوجاؤ! وہ شخص جس نے ان اہل بیت کے شیعوں کے بارے میں سوال کیا ہے۔ اہل بیتؑ کہ جن کو خدا نے اپنی کتاب میں اپنے نبی کے ساتھ اس طرح پاک رکھنے کا اعلان کیا ہے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے، ان کے شیعہ، خدا کی معرفت رکھنے والے اس کے حکم پر عمل کرنے والے اور وہ فضائل و کمالات کے مالک ہیں اور ان کی گفتگو صحیح، ان کا لباس اوسط درجہ کا ہوتا ہے اور

(۱) سورہ جاثیہ: ۲۱۔

وہ خاکساری کے ساتھ چلتے ہیں، وہ خدا کی طاعت میں خود کو ہلاک کر لیتے ہیں اور اس کی عبادت کر کے اس کی فرمانبرداری کرتے ہیں، خدا نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے وہ ان سے آنکھیں بند کر کے گزر جاتے ہیں، اپنے کانوں کو انہوں نے علم دین سننے کے لئے وقف کر دیا ہے، مصائب و آلام میں ان کے نفس ایسے ہی رہتے ہیں جیسے آرام و سکون میں، وہ خدا کے فیصلہ پر راضی رہتے ہیں اگر خدا نے ان کی مدت حیات مقرر نہ کی ہوتی تو ثواب کے شوق میں اور عذاب کے خوف میں ان کی روحیں چشم زدن کے لئے بھی ان کے بدنوں میں نہ ٹھہرتیں۔

خالق ان کی نظر میں اس قدر عظیم ہے کہ دنیا کی ہر چیز ان کی نظر میں حقیر ہو گئی ہے، جنت ان کی آنکھوں کے سامنے ہے گویا وہ دیکھ رہے ہیں کہ وہ جنت کی مسندوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہیں اور جہنم کو اس طرح دیکھ رہے ہیں کہ جیسے اس میں ان کو عذاب دیا جا رہا ہے، ان کے دل رنجیدہ اور (لوگ) ان کے شر سے امان میں ہیں، ان کے بدن لاغر اور ان کی خواہشیں بہت کم اور ان کے نفس پاک و پاکیزہ ہیں، اسلام میں ان کی مدد بہت عظیم ہے، انہوں نے دنیا میں چند دن تکلیف اٹھائی، یہ نفع بخش تجارت ہے جو ان کے خدا نے ان کے لئے میسر کرائی ہے، یہ ذہین ترین لوگ ہیں۔ دنیا نے انہیں بہت لبھایا لیکن وہ اسے خاطر میں نہیں لائے، دنیا نے انہیں طلب کیا مگر انہوں نے اسے عاجز کر دیا۔

راتوں میں وہ مصلائے عبادت پر کھڑے رہتے ہیں، ٹھہر ٹھہر کر قرآن کی آیتوں کی تلاوت کرتے رہتے ہیں اور اس سے اپنے نفسوں کو محزون رکھتے ہیں اور اسی سے اپنا علاج کرتے ہیں جب کسی ایسی آیت پر ان کی نگاہ پڑتی ہے جس میں جنت کی ترغیب دلائی گئی ہو تو اس کی طمع میں اُدھر جھک پڑتے ہیں اور اس کے اشتیاق میں ان کے دل بے تابانہ کھنچتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ [پر کیف] منظر ان کی نظروں کے سامنے ہے اور جب کسی ایسی آیت پر ان کی

نظر پڑتی ہے کہ جس میں [دوزخ سے] ڈرایا گیا ہو تو اس کی جانب دل کے کانوں کو جھکا دیتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ جہنم کے شعلوں کی آواز اور وہاں کی چیخ پکار ان کے کانوں میں پہنچ رہی ہے، وہ رکوع میں اپنی کمریں جھکائے اور سجدہ میں اپنی پیشانیوں، ہتھیلیوں اور گھٹنوں کو زمین پر رکھے ہوئے ہیں اور جبار عظیم کی تمجید کرتے ہیں اور پروردگار سے ایک ہی سوال کرتے ہیں کہ ان کی گردنوں کو جہنم کی آگ سے آزاد کر دے یہ ہے ان کی رات۔

دن میں یہ بردبار، علماء و دانشور، نیک کردار اور پرہیزگار ہیں جیسے انہیں خوف خدا نے تیروں کی طرح تراش دیا ہے، دیکھنے والا انہیں دیکھ کر بیمار سمجھتا ہے حالانکہ وہ بیمار نہیں ہیں، ان کی باتوں کو سن کر کہتا ہے کہ ان کی باتوں میں فتور ہے جب کہ ایسا نہیں ہے بلکہ انہیں ایک عظیم چیز نے مدہوش بنا رکھا ہے اس کا تسلط و بادشاہت ایک عظیم شی پر ہے اس نے ان کے دلوں کو غافل اور ان کی عقلوں کو حیران کر رکھا ہے۔

جب اس سے فرصت ملتی ہے تو خدا کی بارگاہ میں نیک اعمال بجالانے کی طرف بڑھتے ہیں یہ قلیل عمل سے خوش نہیں ہوتے اور نہ اس کا زیادہ اجر چاہتے ہیں، ہمیشہ اپنے نفسوں کو متہم کرتے رہتے ہیں اور اپنے اعمال ہی سے خوف زدہ رہتے ہیں اور جب ان کی تعریف کی جاتی ہے تو اس سے ڈرتے ہیں اور کہتے ہیں: میں اپنے نفس کو دوسروں سے زیادہ جانتا ہوں اور میرا پروردگار مجھے سب سے بہتر جانتا ہے۔ اے اللہ! مجھ سے ان کی باتوں کا حساب نہ لینا اور مجھے ان کے گمان و خیال سے بہتر قرار دینا اور میرے ان گناہوں کو بخش دینا جن کو یہ نہیں جانتے بیشک تو غیب کا عالم اور عیوب کو چھپانے والا ہے۔

اور ان میں سے ایک کی علامت یہ ہے کہ تم دیکھو گے، وہ دین میں قوی ہے اور نرمی میں شدید احتیاط ہے، یقین میں ایمان ہے، علم کے بارے میں [illegible]

ہے، حلم علم ہے، مالداری میں میانہ روی ہے محتاجی میں خودداری ہے، سختی میں ثابت قدم وصابر ہے، عبادت میں خاشع ہے، عطا کرنے میں برحق ہے۔ کمانے میں نرمی، حلال کی طلب، ہدایت میں نشاط، شہوت میں گناہ سے حفاظت اوراستقامت میں نیک ہے۔

جس چیز کو وہ نہیں جانتا وہ اسے دھوکا نہیں دے سکتی اور جس نیک کام کو انجام دے چکا ہے اس کو شمار میں نہیں لاتا، غلط کام میں اس کا نفس سست، بلکہ نیک کام بھی انجام دیتا ہے تو ڈرتے ہوئے۔

صبح میں وہ ذکرِ خدا کرتا ہے اور شام کے وقت تو شکرِ خدا کی فکر ہوتی ہے، غفلت کی اونگھ سے ڈرتے ہوئے رات بسر کرتے ہیں اور ملنے والے فضل ورحمت کی خوشی میں صبح کرتے ہیں اگر ان کا نفس کسی ناگوار چیز کے لئے سختی بھی کرتا ہے تو اس کے مطالبہ کو پورا نہیں کرتے ہیں ان کی رغبت باقی رہنے والی اور ان کا پرہیز فنا ہونے والی چیزوں میں ہے۔ اور عمل کو علم سے اور علم کو حلم سے متصل کیا گیا ہے۔ اس کا نشاط دائمی اس کی سستی اس سے دور، اس کی امید قریب، اس کی لغزش کم، اپنی اجل کا منتظر، اس کا دل خاشع، اپنے رب کو یاد کرنے والا، اس کا نفس قانع، اس کا جہل غائب، اس کا دین محفوظ، اس کی شہوت بے جان، اپنے غصہ کو پینے والا، اس کی خلقت صاف ستھری، اس کا ہمسایہ اس سے محفوظ، اس کا کام آسان، اس کا تکبر معدوم، اس کا صبر آشکار، اس کا ذکر بے شمار، وہ دکھاوے کے لئے کوئی نیک کام نہیں کرتا ہے اور نہ شرم کی وجہ سے کسی نیک کام کو ترک کرتا ہے؛ (لوگ) اس سے نیکی کی امید کرتے اور اس کے شر سے محفوظ رہتے ہیں اگر یہ غافلوں میں نظر آئیں تو بھی ذکر خدا کرنے والوں میں شمار ہوں گے اور اگر ذکر خدا کرنے والوں میں دیکھے جائیں تو غافلوں میں شمار نہیں ہوں گے، جو ان پر ظلم کرتا ہے یہ اسے معاف کردیتے ہیں اور جو انہیں محروم رکھتا ہے یہ اسے عطا کرتے ہیں اور جس نے ان سے

قطع رحمی کی یہ اس سے تعلقات رکھتے ہیں۔ ان کی نیکی قریب، ان کا قول سچا ہے، ان کا فعل اچھا، خیر ان کی طرف بڑھتا ہوا، شر ان سے ہٹتا ہوا، مکروہات ان سے غائب، زلزلوں میں باوقار، سختیوں میں صابر، آسانیوں میں شکرگزار، دشمنوں پر ظلم نہیں کرتے اور جو چیز ان کے خلاف ہوتی ہے اس کا انکار نہیں کرتے ہیں، گواہی طلب کئے جانے سے پہلے ہی حق کا اعتراف کرلیتے ہیں اور امانتوں کو ضائع نہیں کرتے ہیں، ایک دوسرے کو برے القاب سے نہیں پکارتے ہیں، کسی پر زیادتی نہیں کرتے، ان پر حسد غالب نہیں آتا، ہمسایہ کو نقصان نہیں پہنچاتے، اور مصیبتوں میں کسی کو طعنہ نہیں دیتے، امانتوں کو ادا کرتے ہیں، طاعت پر عمل کرتے ہیں، نیکیوں کی طرف دوڑتے ہیں، برائیوں سے بچتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں اور خود بھی اس پر عمل کرتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے باز رہتے ہیں، وہ نادانی کی وجہ سے کوئی کام انجام نہیں دیتے ہیں اور عجز کی وجہ سے حق سے خارج نہیں ہوتے۔ اگر خاموش رہتے ہیں تو ان کی خاموشی انہیں عاجز نہیں کرتی ہے اور بولتے ہیں تو ان کی گویائی انہیں عاجز نہیں کرتی ہے اور اگر ہنستے ہیں تو آواز بلند نہیں ہوتی جو ان کے لئے مقدر کردیا گیا ہے اسی پر قناعت کرتے ہیں، نہ ان کو غصہ آتا ہے اور نہ خواہش نفس ان پر غلبہ کرتی ہے، ان پر بخل تسلط نہیں پاتا ہے، وہ لوگوں سے علم کے ساتھ ملاقات کرتے ہیں اور صلح وسلامتی کے ساتھ ان سے جدا ہوتے ہیں، فائدہ رسانی کے لئے گفتگو کرتے ہیں، سمجھنے کے لئے سوال کرتے ہیں، ان کا نفس ان کی وجہ سے رنج ومحن میں اور لوگ ان سے راحت وامن میں رہتے ہیں، اپنے نفس سے لوگوں کو آرام پہنچاتے ہیں اور آخرت کے لئے اسے تھکاتے ہیں۔

اگر کوئی ان پر زیادتی کرتا ہے تو وہ صبر کرتے ہیں تاکہ خدا اس سے انتقام لے، گذشتہ اہل خیر کی اقتداء کرتے ہیں پس وہ اپنے بعد والے ایک [illegible]

یہی لوگ خدا کے کارندے ہیں اور اس کے امر و طاعت کے حامل ہیں، یہی اس کی زمین اور اس کی مخلوق کے چراغ ہیں، یہی ہمارے شیعہ اور ہمارے محبّ ہیں، یہ ہم میں سے ہیں اور ہمارے ساتھ ہیں۔ مجھے ان سے ملنے کا کتنا اشتیاق ہے۔

یہ سن کر ہمام بن عبادہ نے ایک چیخ ماری اور ان پر بیہوشی طاری ہوگئی، لوگوں نے انہیں حرکت دی تو معلوم ہوا کہ وہ دنیا سے جا چکے ہیں خدا ان پر رحم کرے۔ ربیع نے روتے ہوئے کہا: اے امیر المومنینؑ آپ کے وعظ نے میرے بھتیجے پر کتنی جلد اثر کیا ہے، میں چاہتا تھا کہ اس کی جگہ میں ہوتا۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: نصیحت اپنے اہل پر اسی طرح اثر کرتی ہے خدا کی قسم مجھے اسی کا خوف تھا اس وقت کسی نے کہا: اے امیر المومنینؑ اس نصیحت نے آپ پر کیوں نہ اثر کیا؟ آپ نے فرمایا: خدا تیرا برا کرے موت کا وقت معین ہے جس سے وہ آگے نہیں بڑھ سکتا اور اس کا ایک سبب ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کر سکتی، خبردار اب ایسی بات نہ کہنا، اصل میں تیری زبان پر شیطان نے اپنا جادو پھونک دیا ہے۔(۱)

آپس میں ملاقات و محبت

ان شرطوں میں سے ایک دوسرے سے تعلق رکھنا اور ایک دوسرے پر مہربانی کرنا اور ایک دوسرے کا تعاون کرنا بھی ہے۔ ایک دوسرے کا جتنا زیادہ تعاون کریں گے اور آپس میں تعلق بڑھائیں گے اتنا ہی خدا ان کو دوست رکھے گا اور ان کو ان کے دشمنوں سے بچائے گا، ان کی حفاظت کرے گا اور ان کی مدد کرے گا، ان کے ہاتھ پر اور ان کے ہاتھ کے ساتھ خدا کا

(۱) بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۱۹۲ و ۱۹۵ ۔ سید رضی نے اس روایت کو نہج البلاغہ میں تھوڑے سے اختلاف سے نقل کیا ہے۔

ہاتھ ہے بشرطیکہ ان کے ہاتھ جمع ہوں یعنی ان میں اتحاد ہو۔

سدیر صیرفی امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپؑ کے کچھ اصحاب بھی آپ کی خدمت میں موجود تھے۔ آپ نے فرمایا: اے سدیر ہمارے شیعوں کی اس وقت تک رعایت، حفاظت، پردہ پوشی کی جائے گی جب تک وہ ایک دوسرے کے بارے میں حسن نظر اور خدا کے بارے میں حسن ظن رکھیں گے اور اپنے ائمہ کے بارے میں صحیح نیت رکھیں گے اور اپنے بھائیوں کے ساتھ نیکی کریں گے، اپنے کمزور افراد پر مہربانی کریں گے اور محتاجوں کی مالی مدد کریں گے کیونکہ ہم ظلم کرنے کا حکم نہیں دیتے ہیں لیکن تمہیں ورع اور پاک دامنی کا حکم دیتے ہیں اور تمہیں اپنے بھائیوں کی مالی مدد کرنے کا حکم دیتے ہیں، اس لئے کہ اولیاء خدا خلقت آدم سے آج تک کمزور رہیں۔(۱)

محمد بن عجلان سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں امام جعفر صادقؑ کے ساتھ تھا کہ ایک شخص آیا اور سلام کیا آپؑ نے اس سے سوال کیا کہ تم نے اپنے بھائیوں کو کس حال میں چھوڑا؟ اس نے ان کی تعریف و توصیف کی، آپؑ نے فرمایا: ان کے مالدار اپنے ناداروں کی کتنی مدد کرتے ہیں؟ اس نے کہا: بہت کم پھر فرمایا: ان کے مالداروں کا ناداروں سے کیسا برتاؤ ہے؟ اس نے کہا: آپ ایسے اخلاق کا ذکر کر رہے ہیں جو ان لوگوں میں نہیں پایا جاتا جو ہمارے یہاں ہیں۔ فرمایا: تو وہ اپنے کو ہمارا شیعہ کیسے سمجھتے ہیں؟(۲)

امام حسن عسکریؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: علیؑ کے شیعہ وہی ہیں جو اس بات کی پروا نہیں کرتے کہ راہِ خدا میں موت ان پر آ پڑے گی یا وہ موت پر جا پڑیں گے، علیؑ کے شیعہ وہ ہیں جو اپنے بھائیوں کو خود پر مقدم کرتے ہیں خواہ ان کو اس کی ضرورت ہی ہو، یہی وہ

(۱) المحاسن: ۱۵۸، بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۱۵۳ و ص ۱۵۴۔ (۲) بحار الانوار: ج ...

ہیں جن کو خدا اس چیز میں ملوث نہیں دیکھتا جس سے اس نے ڈرایا ہے، اور یہ اس چیز کو ترک نہیں کرتے ہیں جس کا خدا نے حکم دیا ہے، علی کے شیعہ وہی ہیں جو اپنے مومن بھائیوں کے اکرام میں علیؑ کی اقتداء کرتے ہیں۔(۱)

امام صادقؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: ایک دوسرے کے ساتھ صلہ رحمی کرو اور ایک دوسرے پر احسان کرو اور ایسے نیک بھائی بن جاؤ جیسے خدا نے تمہیں حکم دیا ہے۔(۲)

آپ ہی کا ارشاد ہے: خدا سے ڈرو نیک بھائی بن جاؤ، ایک دوسرے سے خدا کے لئے محبت کرو، ایک دوسرے سے ربط وضبط رکھو، آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرو۔(۳)

علاء بن فضیل نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: امام محمد باقرؑ فرمایا کرتے تھے: اپنے دوستوں کی تعظیم کرو ایک دوسرے پر حملہ نہ کرو، ایک دوسرے کو ضرر نہ پہنچاؤ، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، خبردار بخل نہ کرنا، خدا کے مخلص بندے بن جاؤ۔(۴)

ابو اسماعیل سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے امام محمد باقرؑ کی خدمت میں عرض کیا: ہمارے یہاں شیعوں کی کثیر تعداد ہے۔ آپ نے دریافت کیا: کیا مالدار نادار کا خیال رکھتا ہے؟ اس پر مہربانی کرتا ہے؟ کیا نیکی کرنے والا گناہگار سے درگزر کرتا ہے اور کیا وہ لوگ ایک دوسرے کی مالی مدد کرتے ہیں؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ شیعہ نہیں ہیں۔ شیعہ وہ ہے جو مذکورہ افعال کو انجام دیتا ہے۔(۵)

(۱) میزان الحکمۃ: ج۵ ص۲۳۱ (۲) اصول کافی: ج۲ ص۱۷۵
(۳) اصول کافی: ج۲ ص۱۲۰ (۴) اصول کافی: ج۲ ص۱۷۳
(۵) بحار الانوار: ج۷۴ ص۳۵۴

ایک دوسرے پر مومنین کے حقوق

ثقۃ الاسلام کلینیؒ نے ابو المامون حارثی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا: ایک مومن کا دوسرے مومن پر کیا حق ہے؟ فرمایا: مومن کا مومن پر یہ حق ہے کہ وہ اپنے دل میں اس کی محبت رکھتا ہو اور اپنے مال سے اس کی مدد کرتا ہو اور اس کی عدم موجودگی میں اس کے اہل وعیال میں اس کا جانشین ہو، اس پر ظلم ہو تو اس کی مدد کرے، اگر مسلمانوں میں کوئی چیز تقسیم ہو رہی ہو اور وہ موجود نہ ہو تو اس کے لئے اس کا حصہ لے اور مر جائے تو اس کی قبر پر جائے، اس پر ظلم نہ کرے اور اس کو دھوکا نہ دے، اس کے ساتھ خیانت نہ کرے اور اس کا ساتھ نہ چھوڑے، اس کی تکذیب نہ کرے اس کے سامنے اف بھی نہ کہے، اگر اف کہدیا تو ان کے درمیان ولایت کا رشتہ ختم ہو جائیگا اور اگر ایک نے دوسرے سے یہ کہدیا کہ تم میرے دشمن ہو تو ان میں سے ایک کافر ہو گیا اور اگر اس پر تہمت لگا دیتا ہے تو اس کے دل میں ایمان اس طرح گھل جاتا ہے جس طرح پانی میں نمک گھل جاتا ہے۔(۱)

کلینیؒ نے ہی ابان بن تغلب سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں امام جعفر صادقؑ کے ساتھ طواف کر رہا تھا کہ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک شخص میرے سامنے آیا وہ یہ چاہتا تھا کہ اس کو جو کام ہے اس کے لئے میں بھی اس کے ساتھ جاؤں، اس نے مجھے اشارہ کیا، مجھے یہ بات پسند نہ آئی کہ میں امام کو چھوڑ کر اس کے پاس جاؤں، میں ایسے ہی طواف میں مشغول رہا، اس نے مجھے پھر اشارہ کیا تو آپ نے اسے دیکھ لیا۔ فرمایا: اے ابان کیا وہ تمہیں بلا رہا ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: وہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا: ہمارے اصحاب ہی میں

(۱) اصول کافی: ج۲ ص۱۷۱، بحار الانوار: ج۷۴ ص۲۲۸

سے ایک شخص ہے آپؑ نے فرمایا: تو اس کے پاس جاؤ، میں نے عرض کیا: میں طواف کو قطع کردوں؟ فرمایا: ہاں! میں نے عرض کیا خواہ طواف واجب ہی ہو، فرمایا: ہاں۔ راوی کہتا ہے کہ میں اس کے ساتھ چلا گیا۔

پھر میں امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: مجھے یہ بتایئے کہ مومن کا مومن پر کیا حق ہے؟ فرمایا: اے ابان اس کو واپس نہ لوٹاؤ، میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان ٹھیک ہے۔ فرمایا: اے ابان اسے واپس نہ لوٹاؤ، میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان ٹھیک ہے میں نے اسے کبھی واپس نہیں کیا ہے۔ فرمایا: اے ابان اپنا نصف مال اسے دے دو، راوی کہتا ہے کہ پھر امام نے میری طرف دیکھا اور میری حالت کو ملاحظہ کیا، پھر فرمایا: اے ابان کیا تمہیں نہیں معلوم اپنے اوپر دوسروں کو مقدم کرنے والوں کا خدا نے ذکر کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: میں آپ کا فدیہ قرار پاؤں معلوم ہے، فرمایا: اگر تم نے اس کو نصف مال دیدیا تو اس کو اپنے اوپر مقدم نہیں کیا اس کے لئے ایثار نہیں کیا بلکہ تم اور وہ دونوں برابر ہوگئے، ایثار تو اس صورت میں ہوگا جب تم اس کو باقی ماندہ نصف بھی دیدوگے۔(۱)

امام رضاؑ سے سوال کیا گیا کہ مومن کا مومن پر کیا حق ہے؟ فرمایا: مومن کا مومن پر یہ حق ہے کہ اس کے دل میں اس کی محبت ہو، اپنے مال سے اس کی مدد کرتا ہو، اس پر ظلم ہو تو اس کی مدد کرتا ہو، اگر مسلمانوں میں فیئ تقسیم ہو رہی ہو اور وہ موجود نہ ہو تو اس کے لئے اس کا حصہ لے وہ مرجائے تو اس کی قبر پر جائے، اس پر ظلم نہ کرے، اس کو فریب نہ دے، اس کے ساتھ خیانت نہ کرے، اس کا ساتھ نہ چھوڑے، اس کی غیبت نہ کرے، اس کی تکذیب نہ کرے اور اس کے سامنے اف تک نہ کہے اور اگر اف کہہ دیا تو ان دونوں کے درمیان سے ولایت ومحبت

(۱) اصول کافی: ج ۲ ص ۱۷۱، بحار الانوار: ج ۷۴ ص ۲۳۹۔

ختم ہو جائے گی اور اس کے دل میں ایمان ایسے ہی گھل جائیگا جیسے پانی میں نمک گھل جاتا ہے۔

جو شخص کسی مومن کو کھانا کھلاتا ہے تو یہ غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے اور اگر کوئی کسی مومن کو پیاس میں پانی پلاتا ہے تو خدا اسے مہر بند جام سے سیراب کرے گا اور جو شخص مومن کو کپڑا پہناتا ہے اسے خدا جنت کے سندس وحریر کا لباس عطا کرے گا اور جو شخص خدا کے لئے کسی مومن کو قرض دیتا ہے اسے صدقہ میں شمار کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اسے ادا کردے اور جو مومن دنیا کے کرب والم سے نجات دلاتا ہے خدا اسے آخرت کے کرب والم سے نجات عطا کرے گا اور جو شخص مومن کی حاجت روائی کرے گا تو یہ اس کے روزہ اور مسجد الحرام میں اعتکاف کرنے سے بہتر ہے۔ مومن (مومن کے لئے) ایسا ہی ہے جیسے بدن کے لئے پنڈلی ہوتی ہے۔

بیشک امام محمد باقرؑ نے خانۂ خدا کعبہ کا رخ کیا اور کہا: ساری تعریف اس خدا کے لئے ہے کہ جس نے تجھے عظمت وبزرگی عطا کی اور تجھے لوگوں کے جمع ہونے کی اور امن کی جگہ قرار دیا۔ خدا کی قسم مومن کی حرمت تجھ سے زیادہ ہے۔

اہل جبل میں سے ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سلام کیا، جب وہ جانے لگا تو اس نے عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت ونصیحت فرمادیجئے۔ آپؑ نے فرمایا: میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ خدا سے ڈرو! اپنے مومن بھائی کی مدد کرو اور اس کے لئے وہی چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور اگر وہ تم سے سوال کرے تو اسے پورا کرو اور اس کے لئے بازو بن جاؤ اگر وہ ستم ظریفی بھی کرے تو بھی اس سے جدا نہ ہونا یہاں تک کہ اس کے دل سے کینہ نکال دو۔ اگر وہ موجود نہ ہو تو اس کی عدم موجودگی میں اس کی حفاظت کرو اور موجود ہو تو اسے اپنے میں شامل کرو، اس کے بازو اور پشت کو مضبوط کرو اور اس کی عزت کرو، اس پر مہربانی کرو کیونکہ وہ تم سے اور تم اس سے ہو، اور تمہارا اپنے مومن بھائی کو کہنا [illegible]

اسے خوش کرنا روزہ رکھنے سے افضل ہے اور اس کا عظیم اجر ہے۔(۱)

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: مومن شکم سیر نہیں ہو سکتا جبکہ اس کا بھائی بھوکا ہو اور وہ سیراب نہیں ہو سکتا جبکہ اس کا بھائی پیاسا ہو، وہ کپڑا نہیں پہن سکتا جب کہ اس کا بھائی برہنہ ہو، اگر تمہیں کوئی حاجت درپیش ہو تو اس سے سوال کرو اور اگر وہ تم سے سوال کرے تو اسے عطا کرو، تم اس سے نہ اکتاؤ وہ تم سے نہ اکتائے، تم اس کے پشت پناہ بن جاؤ کیونکہ وہ تمہارا پشت پناہ ہے۔ اگر وہ موجود نہ ہو تو اس کی عدم موجودگی میں تم اس کی حفاظت کرو اور اگر وہ موجود ہو تو اس سے ملاقات کرو اور اس کی عزت و اکرام کرو کیونکہ وہ تم سے اور تم اس سے ہو۔ اگر وہ تمہیں سرزنش بھی کرے تو بھی اس سے جدا نہ ہونا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اس کا غصہ ختم ہو جائے اگر اسے کوئی فائدہ ہو تو تم خدا کا شکر ادا کرو اور اگر وہ کسی چیز میں مبتلا ہو جائے تو اس کی مدد کرو، اگر اسے کسی چیز کی ضرورت و طلب ہو تو اس کی اعانت کرو کیونکہ اگر کوئی شخص اپنے دینی بھائی یا دوست سے اف کہتا ہے تو ان کے درمیان سے محبت و اخوت کا رشتہ ختم ہو جاتا ہے اور اگر ان میں سے کوئی دوسرے سے یہ کہتا ہے کہ تم میرے دشمن ہو تو ان میں سے ایک کافر ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں ایمان اس طرح گھل جاتا ہے جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔(۱)

معلی بن خنیس سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا: مومن کا مومن پر کیا حق ہے؟ فرمایا: سات حق واجب ہیں: ان میں سے ہر ایک حق اس پر واجب ہے اگر وہ اس کی مخالفت کرے گا تو خدا کی ولایت سے نکل جائیگا اور اس کی طاعت کو چھوڑ دے گا اور اس سے خدا کا تعلق نہیں رہے گا۔ میں نے عرض کیا: میں

(۱) بحار الانوار: ج۷۴ ص۲۳۳۔

قربان! بتایئے وہ حقوق کیا ہیں؟ فرمایا: اے معلی مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم انہیں ضائع نہ کر دو، اور معلوم کر کے ان پر عمل نہ کرو، میں نے عرض کیا: خدا کے علاوہ کوئی طاقت و قدرت نہیں ہے۔

فرمایا: ان میں سے آسان ترین حق یہ ہے کہ اس کے لئے وہی چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور اس کیلئے اس چیز کو اچھا نہ سمجھو جس کو اپنے لئے اچھا نہیں سمجھتے ہو۔

دوسرا حق: یہ ہے کہ تم اس کی حاجت روائی کے لئے جاؤ اور اس کی رضا طلب کرو، اس کی بات کی مخالفت نہ کرو۔

تیسرا حق: یہ ہے کہ تم اپنی جان و مال، ہاتھ، پیر اور زبان سے اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔

چوتھا حق: یہ ہے کہ تم اس کی آنکھ، اس کے راہنما اور اس کا آئینہ بن جاؤ۔

پانچواں حق: یہ ہے کہ اگر وہ بھوکا ہے تو کھانا نہ کھاؤ، اگر وہ ننگا ہے تو کپڑا نہ پہنو، اگر وہ پیاسا ہے تو تم سیراب نہ ہو۔

چھٹا حق: ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ تمہارے پاس بیوی ہو اور تمہارے بھائی کے پاس بیوی نہ ہو اور تمہارے پاس نوکر و خادم ہو اور تمہارے بھائی کے پاس نہ ہو، اگر ایسا ہے تو خدمتگار کو بھیج دیا کرو تا کہ وہ اس کے کپڑے دھوئے، اس کا کھانا پکا دے، اس کا بستر بچھا دے کہ یہ حق خدا نے تمہارے اور اس کے درمیان قرار دیا ہے۔

ساتواں حق: اس کو اس کی قسم سے بری کر دو، اس کی دعوت کو قبول کرو، اس کے جنازہ میں شرکت کرو، وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو اور اس کی حاجت روائی میں پوری کوشش کرو اور یہ نوبت نہ آنے دو کہ وہ تم سے سوال کرے اور اگر سوال کرے تو اس کی حاجت روائی کے لئے دوڑو! اگر تم نے اس کے ساتھ ایسا ہی کیا تو تم نے اپنی ولا [illegible]

ولایت کو خدا کی ولایت سے متصل کر دیا۔(۱)

امیر المومنینؑ سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: مومن کو جب اپنے بھائی کی حاجت کا علم ہو جاتا ہے تو وہ اسے یہ تکلیف نہیں دیتا ہے کہ وہ اس سے سوال کرے، ایک دوسرے سے ملاقات کرو، ایک دوسرے پر مہربانی کرو، ایک دوسرے پر خرچ کرو، منافق کی طرح نہ ہو جاؤ کہ جو وہ کہتا ہے انجام نہیں دیتا ہے۔(۲)

محمد بن مسلم سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میرے پاس اہل جبل میں سے ایک شخص آیا میں اس کے ساتھ امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے رخصت ہوتے وقت امام سے عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت و وصیت فرما دیجئے تو آپؑ نے فرمایا: میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ خدا سے ڈرو! اور اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ نیکی سے پیش آؤ اور اس کے لئے وہی چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور اس کے لئے اس چیز کو پسند نہ کرو جس کو اپنے لئے پسند نہیں کرتے اگر وہ سوال کرے تو اسے عطا کرو اگر وہ تمہیں دینے سے ہاتھ کھینچ لے تو تم اس کے سامنے پیش کرو تم اس کے ساتھ کارِ خیر کرتے رہو وہ بھی تمہارے ساتھ کار خیر کرے گا۔

اس کے بازو بن جاؤ کیونکہ وہ تمہارا بازو ہے اور وہ تمہارے خلاف ہو جائے تو تم اس سے جدا نہ ہونا یہاں تک کہ اس کی کدورت برطرف ہو جائے، اگر وہ کہیں چلا جائے تو اس کی عدم موجودگی میں اس کی حفاظت کرو اور اگر موجود ہو تو اس کی مدد کرو، اس کے بازو مضبوط کرو اس کی پشت پناہی کرو اس سے نرمی سے پیش آؤ، اس کی تعظیم و تکریم کرو کیونکہ وہ تم سے اور تم اس سے ہو۔(۳)

جابر نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تمہارے قوی کو تمہارے

(۱) الخصال: ج۲ص۶ (۲) الخصال: ج۲ص۱۵۷ (۳) امالی طوسی: ج۱ص۹۵

کمزور کی اعانت کرنا چاہئے اور تمہارے مالدار کو تمہارے غریب و نادار پر مہربانی کرنا چاہئے اور انسان کو چاہئے کہ وہ بھائی کا ایسا ہی خیر خواہ ہو جیسا کہ اپنے نفس کا خیر خواہ ہے اور دیکھو! ہمارے اسرار کو پوشیدہ رکھنا، لوگوں کو ہماری گردن پر سوار نہ کرنا۔(۱)

مومن کی حرمت اور اس کی محبت و خیر خواہی...

امام صادقؑ سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: کسی چیز کے ذریعہ خدا کی عبادت نہیں کی گئی جو کہ مومن کا حق ادا کرنے سے افضل ہو۔ نیز فرمایا: بیشک خداوند عالم کی بہت سی حرمتیں ہیں مثلاً کتابِ خدا کی حرمت، رسولؐ کی حرمت، بیت المقدس کی حرمت اور مومن کی حرمت۔(۲)

عبد المومن انصاری سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں ابو الحسن موسیٰ بن جعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپؑ کے پاس محمد بن عبد اللہ بن محمد جعفی بھی موجود تھے، میں انہیں دیکھ کر مسکرایا تو آپؑ نے فرمایا: کیا تم انہیں دوست رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی: ہاں، اور میں ان سے آپؑ ہی حضرات کی وجہ سے محبت کرتا ہوں۔ فرمایا: یہ تمہارے بھائی ہیں۔ اور وہ آخرت میں نقصان اٹھائے گا اور انہیں بتا دو کہ خدا نے ان کو ان کی نیکیوں کی وجہ سے بخش دیا ہے اور ان کی برائیوں سے درگزر کیا ہے، آگاہ ہو جاؤ جس شخص نے میرے دوستوں میں سے میرے کسی دوست کو اذیت دی یا پوشیدہ طریقہ سے اس کے خلاف سازش کی تو اس کو اس وقت تک نہیں بخشے گا جب تک کہ وہ اس سے معافی نہیں مانگے گا پھر اگر اس سے معافی مانگ لی تو

(۱) امالی طوسی: ج۱ص۲۳۶۔ (۲) بحار الانوار: ج۷۴ص۲۳۲۔

ٹھیک ہے ورنہ اس کے دل سے روح ایمان نکل جائے گی اور وہ میری ولایت ومحبت سے خارج ہو جائیگا اور ہماری ولایت میں اس کا کوئی حصہ نہیں رہے گا اور اس سے میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔(۱)

صوری کی کتاب قضاء الحقوق میں روایت ہے کہ امیر المومنینؑ نے شہر اہواز کے قاضی رفاعہ بن شداد بجلی کو ایک خط کے ذیل میں وصیت فرمائی: جہاں تک تم سے ہو سکے مومن کی مدارات کرو کہ خدا نے اس کی حمایت کی ہے اور اس کا وجود خدا کے نزدیک معزز ہے اس کے لئے خدا کا ثواب ہوتا اور اس پر ظلم کرنے والا خدا کا دشمن ہے اس لئے تم خدا کے دشمن نہ بنو۔

رسولؐ فرماتے ہیں: مومن کو جب اپنے بھائی کی حاجت معلوم ہو جاتی ہے تو وہ اپنے بھائی کو مانگنے کی تکلیف نہیں دیتا ہے۔(۲)

مومن، مومن کے لئے ایک بدن کی مانند ہے

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ہر چیز کے لئے کوئی چیز آرام کا باعث ہوتی ہے، مومن اپنے مومن بھائی کے پاس اسی طرح آرام محسوس کرتا ہے جس طرح پرندے کو اپنی ہی جنس کے پرندے کے پاس آرام ملتا ہے۔(۳)

امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: مومن نیکی، رحم اور ایک دوسرے پر مہربانی کرنے کے لحاظ سے ایک بدن کی مانند ہیں۔ اگر ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو بیدار رہنے اور حمایت کرنے کے لئے سارے اعضاء متفق ہو جاتے ہیں۔(۴)

(۱) اختصاص: ص ۲۲۷، بحار الانوار: ج ۷۴ ص ۲۳۰ (۲) اختصاص: ص ۲۲۷

(۳) بحار الانوار: ج ۷۴ ص ۲۳۴ (۴) گذشتہ حوالہ

معلی بن خنیس نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اپنے مسلمان بھائی کے لئے اسی چیز کو پسند کرو جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو اور اگر تمہیں کوئی حاجت ہو تو اس سے سوال کرو اور اگر وہ تم سے سوال کرے تو اسے عطا کرو، نہ تم اسے کار خیر میں ملول کرو اور وہ تمہیں کار خیر میں ملول نہیں کریگا، اس کے پشت پناہ بن جاؤ کہ وہ تمہارا پشت پناہ ہے اور اس کی عدم موجودگی میں اس کی حفاظت کرو اور اگر موجود ہو تو اس سے ملاقات کرو اور اس کی تعظیم وتوقیر کرو کیونکہ وہ تم سے ہے اور تم اس سے ہو اگر وہ تم سے ناراض ہو جائے تو اس سے جدا نہ ہونا یہاں تک کہ اس کی کدورت رفتہ رفتہ ختم ہو جائے۔ اگر اس کو کوئی فائدہ پہنچے تو اس پر خدا کا شکر ادا کرو اور اگر وہ کسی چیز میں مبتلا ہو تو اس کو عطا کرو اور اس کا بوجھ ہلکا کرو اور اس کی مدد کرو۔(۱)

عام مسلمانوں کے ساتھ حسن سلوک

اس بات پر اہل بیتؑ نے بہت زور دیا ہے اور اپنے شیعوں کو یہ اجازت نہیں دی ہے کہ وہ خود کو ملت اسلامیہ کے معتدل راستہ سے جدا کریں کیونکہ وہ اس امت کا ایسا جزء ہیں جس کو جدا نہیں کیا جا سکتا۔ اصول وفروع اور محبت ونسبت میں اختلاف اس بات کو واجب قرار دیتا ہے کہ تمام مسلمانوں سے قطع تعلق نہ کی جائے کیونکہ یہ امت اپنے عقائد ونظریات میں اختلاف کے باوجود ایک امت ہے: ﴿إِنَّ هٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ﴾ بیشک یہ تمہاری امت ایک امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں پس تم میری ہی عبادت کرو۔ اس امت کو روئے زمین پر عظیم ترین امت سمجھا جاتا ہے، اس کے سامنے بڑے

(۱) بحار الانوار: ج ۷۴ ص ۲۳۴۔

بڑے چیلنج ہیں اوران چیلنجوں کا مقابلہ اسی وقت کیا جاسکتا ہے جب ساری امت ایک محاذ پر ایک صف میں کھڑی ہوجائے۔

ائمہ اہل بیتؑ امت ہی کے ساتھ اور مسلمانوں کے درمیان زندگی گزارتے تھے۔ تمام مذاہب ومکاتب کے مسلمان ان کے پاس آتے تھے، ان کی مجلس وبزم میں حاضر ہوتے تھے، ان سے علم حاصل کرتے تھے اگر ہم ان علماء کے نام جمع کریں کہ جنھوں نے امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادقؑ سے علم حاصل کیا ہے تو صاحبانِ علم کی عظیم تعداد ہوجائے گی، ائمہ اہل بیتؑ کی مجلس وبزم مسلمانوں کے فقہاء ومحدثین اور ہر شہر ودیار کے صاحبان علم سے بھری رہتی تھی۔

اس بات سے ہر وہ شخص آگاہ ہے جو ائمہ اہل بیتؑ کی حدیث اور ان کی سیرت سے واقف ہے، یہ ہر قسم کے مذہبی اختلاف سے محفوظ باہم زندگی گزارنے کا مثبت طریقہ ہے، اس کے ساتھ ساتھ اہل بیتؑ اپنے شیعوں اور عام مسلمانوں کے لئے اصول وفروع میں پوری صراحت کے ساتھ صحیح فکری نہج کو بیان کرتے تھے۔

اہل بیت کی حدیثوں میں مسلمانوں کے ساتھ اس مثبت، محبت آمیز اور تعاون کی زندگی بسر کرنے کی واضح دعوت موجود ہے اس سلسلہ میں اہل بیتؑ کی چند حدیثیں ملاحظہ فرمائیں۔

محمد بن یعقوب کلینی نے اپنی کتاب اصول کافی میں صحیح سند کے ساتھ ابواسامہ زید شحام سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: ان شیعوں میں سے جس کو تم میری اطاعت کرتے اور میری بات پر عمل کرتے ہوئے دیکھو اسے میرا سلام کہنا۔ میں تمہیں خدا کا تقویٰ اختیار کرنے اور اپنے دین میں ورع، خدا کے لئے جانفشانی کرنے، سچ بولنے، امانت ادا کرنے، طویل سجدے کرنے اور نیک ہمسایہ بننے کی وصیت کرتا ہوں یہی

چیز محمدؐ نے فرمائی ہے: اگر کسی شخص نے تمہارے پاس امانت رکھی ہے تو اسے اس کی امانت واپس کردو خواہ وہ نیک چلن ہو یا بدکار، رسولؐ سوئی دھاگہ کو بھی واپس کرنے کا حکم دیتے تھے۔

اپنے خاندان والوں کے حقوق ادا کرو، کیونکہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے دین میں ورع سے کام لے گا اور سچ بولے گا اور امانت ادا کرے گا اور لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آئیگا تو کہا جائیگا یہ جعفری ہے، اس طرح وہ مجھے خوش کرے گا اور اس سے مجھے مسرت ہوگی۔ اور یہ کہا جائے گا یہ ہے جعفر کا اخلاق وادب، اور اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو وہ مجھے بدنام کرے گا اور مجھے اپنی بلا میں مبتلا کرے گا اور پھر یہ کہا جائیگا یہ ہے جعفر کا اخلاق وادب، خدا کی قسم میرے والد نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ قبیلہ میں اگر علی کا ایک شیعہ ہو تو وہ پورے قبیلہ و خاندان کی عزت وزینت ہے وہ ان میں زیادہ امانت ادا کرنے والا، سب سے زیادہ حقوق پورے کرنے والا۔ اور سب سے زیادہ سچ بولنے والا ہوگا اور لوگ اس کے پاس اپنی امانتیں رکھیں گے اس سے وصیتیں کریں گے جب اس کے بارے میں خاندان میں سوال کیا جائیگا تو کہا جائیگا، اس کے مثل کون ہے؟ وہ امانت دار اور ہم سب سے سچا ہے۔(۱)

صحیح سند کے ساتھ معاویہ بن وہب سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا: ہم اپنے اور اپنی قوم کے اوپر کیسے احسان کریں اور اپنے ہمنشینوں سے کیسے پیش آئیں؟ آپ نے فرمایا: ان کی امانتوں کو ادا کرو، ان کے حق میں اور ان کے خلاف گواہی دو، ان کے بیماروں کی عیادت کرو اور اگر ان میں سے کوئی مرجائے تو اس کے جنازہ میں شرکت کرو۔(۲)

---

(۱) وسائل الشیعہ: ج ۸ ص ۳۹۸ رکتاب الحج رآداب احکام العشیرۃ رپہلا باب رپہلی حدیث۔

(۲) گذشتہ حوالہ ردوسری حدیث۔

نیز صحیح سند کے ساتھ معاویہ بن وہب سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا: ہم اپنی قوم والوں اور ان ہمنشینوں کے ساتھ کیسے پیش آئیں جو کہ ہمارے مذہب پر نہیں ہیں؟ فرمایا: اس سلسلہ میں تم اپنے ائمہ کا طریقہ دیکھو، جن کی تم اقتداء کرتے ہو، وہ جس کام کو انجام دیتے ہیں اسی کو تم بجالاؤ، خدا کی قسم وہ ان کے مریضوں کی عیادت کرتے ہیں، ان کے مرنے والوں کے جنازوں میں شرکت کرتے ہیں اور حق کے لحاظ سے ان کے موافق اور ان کے خلاف گواہی دیتے ہیں۔(۱)

کلینیؒ نے کافی میں صحیح سند کے ساتھ حبیب الخثعمی سے ایک اور روایت نقل کی ہے وہ کہتے ہیں:

میں نے امام جعفر صادقؑ سے سنا کہ وہ فرماتے ہیں: تمہارے لئے لازم ہے کہ تم کوشش و جانفشانی سے کام لو اور ورع اختیار کرو، جنازوں میں شرکت کرو، مریضوں کی عیادت کرو اور اپنی قوم والوں کے ساتھ ان کی مسجدوں میں جاؤ اور لوگوں کے لئے وہی چیز پسند کرو جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو، کیا تم میں سے اس شخص کو شرم نہیں آتی کہ جس کا ہمسایہ اس کا حق پہچانتا ہے لیکن وہ اس کا حق نہیں پہچانتا ہے۔(۲)

صحیح سند کے ساتھ مرازم سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: امام صادقؑ فرماتے ہیں: تمہارے لئے لازم ہے کہ تم مسجدوں میں نماز پڑھو، لوگوں کے لئے اچھے ہمسایہ بنو، گواہی دو، ان کے جنازوں میں شرکت کرو، تمہارے لئے لوگوں کے ساتھ رہنا ضروری ہے۔ تم میں سے کوئی بھی اپنی حیات میں لوگوں سے مستغنی و بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ تمام لوگ ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔(۳)

(۱) وسائل الشیعہ: ج ۸ص ۳۹۹ر کتاب الحج، آداب احکام العشرۃ رپہلا باب رپہلی حدیث۔
(۲) گذشتہ حوالہ رچوتھی حدیث (۳) گذشتہ حوالہ رپانچویں حدیث۔

اعتدال و میانہ روی اور موازنہ

اہل بیتؑ کے شیعوں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر چیز میں اعتدال سے کام لیتے ہیں، افراط و تفریط سے بچتے ہوئے میانہ روی کو اپنا شعار بناتے ہیں، عقل و فہم میں توازن رکھتے ہیں، غلو و زیادتی اور افراط و تفریط سے پرہیز کرتے ہیں ان کے اندر محبت و ہمدردی کا جذبہ ہوتا ہے۔

عمر بن سعید بن ہلال سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں امام باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت ہماری ایک جماعت تھی، آپؑ نے فرمایا: تمہیں میانہ رو ہونا چاہئے کہ حد سے آگے بڑھنے والا تمہاری طرف لوٹے گا اور پیچھے رہ جانے والا تم سے ملحق ہوگا، اے اہل بیتؑ کے شیعو! جان لو کہ ہمارے اور خدا کے درمیان کوئی رشتہ داری نہیں ہے اور نہ خدا پر ہماری کوئی حجت ہے اور نہ طاعت کے بغیر خدا سے قریب ہوا جا سکتا ہے پھر جو خدا کا مطیع ہوگا اس کو ہماری ولایت فائدہ پہنچائے گی اور جو نافرمان ہوگا اسے ہماری ولایت کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی۔ اس کے بعد میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ایک دوسرے کو دھوکا نہ دینا اور ایک دوسرے سے جدا نہ ہونا۔(۱)

حفاظتی اور سیاسی ضوابط

اہل بیتؑ کے شیعوں نے اموی اور عباسی عہد حکومت میں بہت سخت زندگی بسر کی ہے، ان سخت حالات کا اقتضاء یہ تھا کہ شیعہ ایک حفاظتی اور سیاسی نظم و ضبط کے بہت زیادہ پابند ہو جائیں اور حفاظتی تعلیمات کا بھرپور طریقہ سے خیال رکھیں۔

(۱) بحار الانوار: ج ۶۸ رمنقول از مشکوۃ الانوار: ص ۶۰

اہل بیتؑ بھی اپنے شیعوں کو حفاظتی دستورات پر عمل کرنے کی تاکید فرماتے تھے۔ اگر اہل بیتؑ کی تعلیمات نہ ہوتیں اور اہل بیتؑ ان تعلیمات کا التزام نہ کرتے تو بنی امیہ اور بنی عباس کی حکومت اہل بیتؑ کے مکتب فکر کو اسی وقت ختم کر دیتی اور یہ مکتب اپنی ثقافتی، فکری اور تشریعی میراث کے ساتھ اس عہد تک نہ آتا۔

ان ضوابط کی ایک اہم شق تقیہ ہے، اور راز کو چھپانا، گفتگو میں احتیاط سے کام لینا، خاموش رہنا، تغافل سے کام لینا انہی تعلیمات کی اہم شقوں میں سے تھا۔

جو لوگ فردی و اجتماعی طور پر ان تعلیمات پر عمل نہیں کرتے تھے ان کی وجہ سے مکتب اہل بیتؑ اور ان کے شیعوں کو نقصان پہنچتا تھا۔

اہل بیتؑ نے اپنے شیعوں کو جو سیاسی و حفاظتی تعلیمات دی تھیں ہم اس کے کچھ نمونے بیان کرنا چاہتے ہیں: امام صادقؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: ہمارے شیعوں کو نماز کے اوقات میں آزماؤ کہ وہ کیسے اس کی پابندی کرتے ہیں؟ اور ہمارے دشمن سے ہمارے راز کو کس طرح محفوظ رکھتے ہیں۔(۱)

سلیمان بن مہران سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا: میں امام صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ کے پاس کچھ شیعہ موجود تھے اور آپ یہ فرما رہے تھے: ہمارے لئے باعث زینت بنو باعث ننگ و عار نہ بنو، اے شیعو! اپنی زبانوں پر قابو رکھو، فضول باتیں نہ کیا کرو۔(۲)

امام صادقؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: خدا کی قسم میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے شیعوں کی دو خصلتوں کو ختم کرنے میں اپنے ہاتھ کا گوشت فدیہ میں دے دیتا۔

---

(۱) بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۱۳۹ (۲) گذشتہ حوالہ، ص ۱۵۱۔

امام صادقؑ ہی فرماتے ہیں: کچھ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ میں ان کا امام ہوں، خدا کی قسم میں ان کا امام نہیں ہوں کیونکہ میں نے جتنے پردے ڈالے تھے انہوں نے سب کو چاک کر دیا ہے۔ میں کہتا ہوں ایسا ہے وہ کہتے ہیں ایسا ہے۔(۱)

امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: اے میسر! کیا میں تمہیں اپنے شیعوں کے بارے میں بتاؤں؟ میں نے عرض کیا: میں قربان ضرور بتایئے؛ فرمایا: وہ مضبوط قلعے ہیں، محفوظ سرحدیں ہیں، قوی العقل ہیں وہ رازوں کو افشا نہیں کرتے ہیں وہ کھرے اور اجڈ نہیں ہیں، شب کے راہب اور دن کے شیر ہیں۔(۲)

امام صادقؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: خدا سے ڈرو! اور تقیہ کے ذریعہ اپنے دین کی حفاظت کرو۔(۳) آپ ہی کا ارشاد ہے: خدا کی قسم کسی چیز سے خدا کی عبادت نہیں کی گئی کہ جو خبئی سے زیادہ خدا کے نزدیک محبوب ہو، دریافت کیا گیا کہ خبئی کیا ہے؟ فرمایا: تقیہ۔(۴)

امام زین العابدینؑ نے فرمایا: خدا کی قسم میری تمنا ہے کہ اپنے شیعوں کی دو خصلتوں کے لئے میں اپنے بازو کے گوشت کے برابر فدیہ کروں، ایک ان کا طیش اور دوسرے، راز کو کم پوشیدہ رکھنا۔(۵)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: لوگوں کو دو خصلتوں کا حکم دیا گیا تھا لیکن انہوں نے انہیں ضائع کر دیا۔ پس ان کے پاس کوئی چیز نہ رہی اور وہ ہیں صبر اور راز چھپانا۔(۶)

سلمان نے خالد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: اے سلمان تمہارے پاس ایک دین ہے جو اسے (مخالفوں اور دشمنوں سے) چھپائے

---

(۱) بحار الانوار: ج ۲ ص ۸۰ (۲) بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۱۸۰ (۳) امالی مفید: ص ۵۹ (۴) اصول کافی: ج ۲ ص ۲۱۸
(۵) اصول کافی: ج ۲ ص ۲۲۱، بحار الانوار: ج ۷۵ ص ۷۲، خصال صدوق: ص ۱۲۴ (۶) اصول کافی: ج ۲ ص ۲۲۲

گا، خدا اسے عزت عطا کرے گا اور جو اس راز کو فاش کرے گا خدا اسے ذلیل کرے گا۔(۱)

امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: خدا کی قسم مجھے اپنے اصحاب میں وہ بہت زیادہ محبوب ہے جو ان میں زیادہ پاک دامن، زیادہ سمجھدار اور فقہ کا زیادہ جاننے والا اور ہماری باتوں کو زیادہ چھپانے والا ہے۔(۲)

امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ تم وہی کہو جو ہم نے بیان کیا ہے اور جس کے بارے میں ہم نے لب کشائی نہیں کی ہے اس کے بارے میں تم بھی زبان نہ کھولو۔

آپ ہی کا ارشاد ہے: جس شخص نے ہماری باتوں اور حدیثوں کا راز فاش کر دیا اس نے ہمیں غلطی و خطا سے قتل نہیں کیا ہے بلکہ ہمیں جان بوجھ کر قتل کیا ہے۔ یہ عجیب تعبیر ہے جو انسان کو سوچنے پر مجبور کرتی ہے۔(۳)

جو لوگ دنیائے اسلام میں بسنے والے اہل بیت کے پیروؤں کے راز کو فاش کرتے تھے اور یہ کام وہ اس وقت انجام دیتے تھے جب بنی عباس کی حکومت کا ظلم اپنے عروج پر تھا گویا یہ جان بوجھکر حکومت کو شیعوں کی طرف متوجہ کرتے تھے۔ اگر چہ یہ کام وہ غلط نیت سے انجام نہیں دیتے تھے بلکہ وہ لوگوں سے اہل بیتؑ کی حدیثیں بیان کرتے تھے تاکہ لوگ اہل بیت سے وابستہ ہو جائیں اور ان کے مکتب کو تسلیم کر لیں اور شیعیت پھیل جائے، یہ سب محبت و عقیدت ہی میں ہوتا تھا، لیکن ان چیزوں کی نشر و اشاعت ان کی ذمہ داری نہیں تھی۔



(۱) اصول کافی: ج ۲ ص ۲۲۶ (۲) بحار الانوار: ج ۷۵ ص ۷۶ (۳) بحار الانوار: ج ۲ ص ۷۴

(۴)

اہل بیتؑ کی

محبت و عقیدت سے متعلق کچھ باتیں

انشاء اللہ ہم عنقریب اہل بیتؑ کی محبت وعقیدت سے متعلق کچھ فقرے بیان کریں گے اوران فقروں کو اہل بیتؑ کی زیارت سے اخذ کرنے کی کوشش کریں گے کیونکہ جو زیارتیں اہل بیتؑ سے مروی ہیں وہ ان کی محبت اوران کے دشمنوں سے بیزاری کے مفہوم سے بھری پڑی ہیں۔ زیارت کے متن میں غور وفکر کرکے ہم محبت وبیزاری کے مکمل نظریہ کو ثابت کرسکتے ہیں، لیکن فی الحال یہ ہمارا موضوع نہیں ہے اور نہ ہی اس مقالہ میں محبت وبرات کی تحقیق اوران سے متعلق نظریہ کی تشکیل کی گنجائش ہے، ہم تو یہاں زیارتوں اوراہل بیتؑ کی دوسری حدیثوں سے کچھ ایسے فقرے پیش کرنا چاہتے ہیں جو محبت وعقیدت سے متعلق ہیں۔

مفہوم ولاء

یہ عناصر ولاء کا پہلا عنصر ہے اورجتنی معرفت ہوتی ہے اسی تناسب سے ولاء کی قیمت ہوتی ہے اورانسان جس قدر مفہوم ولاء کو اچھے طریقہ سے سمجھتا ہے اسی لحاظ سے وہ ولاء میں قوی اورراسخ ہوگا۔

زیارت جامعہ میں آیا ہے:

"أشھد اللّٰہ و أشھد کم أنی مؤمن بکم و بما آمنتم بہ، کافر بعدوّکم و

بما کفرتم بہ، مستبصر بشأنکم، و بضلالۃ من خالفکم، موالٍ لکم و

"علانیتکم، و شاھدکم و غائبکم"۔

میں خدا کو گواہ قرار دیتا ہوں اور آپ حضرات -اہل بیتؑ- کو گواہ بناتا ہوں کہ میں آپ پر اور ہر اس چیز پر ایمان لایا ہوں کہ جس پر آپ ایمان رکھتے ہیں، میں آپ کے دشمن کا منکر ہوں اور ہر اس چیز کا دشمن ہوں جس کو آپ نے ٹھکرا دیا ہے، آپ کی عظمت و شان کا اور آپ کی مخالفت کرنے والے کی گمراہی کی بصیرت رکھنے والا ہوں، آپ کے پوشیدہ و عیاں اور آپ کے حاضر و غائب پر ایمان رکھتا ہوں۔

ہم اس معرفت پر اور اس اپنے اعتماد و ایمان پر خدا اور اہل بیتؑ کو گواہ قرار دیتے ہیں اور اس سلسلہ میں ہمیں قطعاً شک نہیں ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا فقرہ میں ولاء کے دو پہلو ہیں:

ایک مثبت: میں آپ پر اور ہر اس چیز پر ایمان رکھتا ہوں جس پر آپ کا ایمان ہے۔

دوسرا منفی: وہ ہے بیزاری، میں آپ کے دشمن کا منکر ہوں اور ہر اس چیز سے بیزار ہوں جس کو آپ نے ٹھکرا دیا ہے، یہاں کفر کے معنی ٹھکرانے اور انکار کرنے کے ہیں تو اس لحاظ سے مذکورہ فقرے کے یہ معنی ہوں گے، میں نے آپ کے دشمنوں کو چھوڑ دیا ہے بلکہ ہر اس چیز کو چھوڑ دیا ہے جس کو آپ حضرات نے چھوڑ دیا ہے۔

اس سے پہلے والے جملہ میں اور اس جملہ میں ولاء کی قیمت اثبات و نفی کے ایک ساتھ ہونے میں ہے۔ ایک کو قبول کرنے میں اور دوسرے کو چھوڑنے میں ہے انسان کو اکثر صرف قبول کرنے کی زحمت نہیں دی گئی ہے بلکہ اس کے ساتھ کسی چیز کو چھوڑنے کی بھی تکلیف دی گئی ہے۔

اور قبول و انکار کو بصیرت و ذہانت کے ساتھ ہونا چاہئے، تقلید کی بنا پر نہیں جیسا کہ

لوگ ایک دوسرے کی تقلید کرتے ہیں، مستبصر بشأنکم و بضلالة من خالفکم.

میں آپ کی عظمت و رفعت اور آپ کے مخالف کی ضلالت اور گمراہی کی بصیرت رکھتا ہوں اس جملہ میں درج ذیل تین نکات ہیں۔

۱۔ قبول عام ہے: "مؤمن بسرکم و علانیتکم" میں آپ کے پوشیدہ و ظاہر پر ایمان رکھتا ہوں۔

۲۔ انکار و ترک، اہل بیتؑ کے تمام دشمنوں اور ان کی ٹھکرائی ہوئی تمام چیزوں کو شامل ہے۔ "کافر بعدوکم و بما کفرتم بہ" میں نے آپ کے دشمنوں اور آپ کی ٹھکرائی ہوئی تمام چیزوں کو ٹھکرا دیا ہے۔

۳۔ یہ قبول و انکار بصیرت و معرفت ہی سے مکمل ہوتا ہے۔ "مستبصر بشأنکم و بضلالة من خالفکم" میں آپؑ کی عظمت و رفعت کی اور آپ کے مخالف کی ضلالت کی معرفت و بصیرت رکھتا ہوں۔

تصدیق

ولاء تصدیق سے جدا نہیں ہو سکتی، ولاء کے لئے شک و شبہ سے زیادہ تباہ کن کوئی چیز نہیں ہے۔ خداوند عالم نے راہ ولاء میں کوئی پیچیدگی نہیں رکھی ہے۔ بیشک رب کریم نے ولاء کو توحید سے جوڑا ہے اور ولاء کو فرد و امت کا محور قرار دیا ہے، چنانچہ توحید کے بعد اسی کی طرف لوگوں کی رغبت دلائی ہے: فرماتا ہے: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَ رَسُولُهُ وَ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ اور فرماتا ہے: ﴿أَطِيعُوا اللهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ اللہ کی اطاعت کرو،

اس کے رسولؐ اور صاحبان امر کی اطاعت کرو۔ ولاء تک پہنچنے کے راستہ کو واضح ہونا چاہئے تا کہ ولاء کے سلسلہ میں لوگوں کے پاس دلیل و حجت ہو، اسی لئے ولاء تصدیق سے جدا نہیں ہے اور تصدیق یقین سے ہوتی ہے اور یقین دلیل و حجت سے ہوتا ہے۔

اور زیارت جامعہ میں اہل بیتؑ کو اس طرح مخاطب قرار دیا ہے: "سعد من والاکم، و ھلک من عاداکم، و خاب من جحدکم و ضلّ من فارقکم و فاز من تمسّک بکم، و أمن من لجأ الیکم و سلم من صدقکم و ھدی من اعتصم بکم" جو آپ کی ولاء سے سرشار ہوا وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے آپ سے عداوت کی وہ ہلاک ہو گیا۔ جس نے آپؑ کا اور آپؑ کے حق کا انکار کیا اس نے گھاٹا اٹھایا اور جس نے آپ کو چھوڑ دیا وہ گمراہ ہو گیا اور جس نے آپ سے تمسک کیا اس نے اپنے مقصد کو پا لیا۔ اور جس نے آپ کی طرف پناہ لی وہ امان میں رہا اور جس نے آپ کی تصدیق کی وہ صحیح و سالم رہا اور جو آپ سے وابستہ ہو گیا وہ ہدایت پا گیا۔

عضوی نسبت

۱۔ ہم ان عناصر سے بحث کریں گے جن سے ولاء وجود میں آتی ہے اس کے لئے ضروری ہے پہلے اس لفظ کے حروف کی وضاحت کی جائے جیسا کہ اس عہد میں ہمارے ادبیات کا شیوہ ہے اور یہ بہت اہم بات ہے معمولی نہیں ہے۔ اجتماعی ربط وضبط اور رسم وراہ سے ہمارے عہد کا ادب اس لفظ کے معنی کو بیان کرنے سے قاصر ہے کیونکہ ایک طرف تو ہم خط افقی کے نہج سے لوگوں کے درمیان بحث کا اس جیسا رشتہ نہیں پاتے اور دوسری طرف خط عمودی

کے اعتبار سے سیاسی قیادت، اور ثقافتی مرجعیت اور طاعت و پیروی ہے جیسے ولاء اور ان دونوں خطوں کے لحاظ سے ولا کا تعلق امت سے منفرد ہے:

۱۔ خدا اور سول اور صاحبان امر سے امت کا ربط خط عمودی کے اعتبار سے ہے، جو کہ طاعت، محبت، مدد، خیر خواہی اور اتباع کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اس ربط کا اوپر سے سلسلہ شروع ہوتا ہے: جیسا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے: ﴿اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرّسول و اولی الأمر منکم﴾ اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو لوگ صاحبان امر ہیں ان کی اطاعت کرو اور نیچے کی طرف سیادت و حاکمیت اور اطاعت ہے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿انّما ولیّکم اللّٰہ و رسولہ و الّذین آمنوا الّذین یقیمون الصّلاۃ و یؤتون الزّکاۃ و ھم راکعون﴾ یہ خط عمودی ہے اس کا سلسلہ اوپر سے شروع ہوتا ہے۔ خط صعودی سے ہماری مراد امت کا اپنے صاحبان امر سے محبت کرنا ہے اور خط نزولی سے مراد صاحبان امر کا امت سے محبت کرنا ہے، اس کے ایک سرے پر حاکمیت اور دوسرے پر رعایہ ہے۔

۲۔ خط افقی، یعنی لوگوں کا اجتماعی زندگی میں ایک دوسرے سے محبت کرنا۔ اسی کو قرآن مجید نے اختصار کے ساتھ اس طرح بیان کیا ہے "انما المؤمنون اخوۃ" امام حسن عسکریؑ نے آبہ اور قم والوں کے سامنے اس لفظ کی وضاحت اس طرح فرمائی، "المؤمن أخو المؤمن لأمہ و أبیہ" (۱) یعنی مومن، مومن کا مادری و پدری بھائی ہے، یہ ایک ایسا لگاؤ اور محبت ہے کہ جس کی مثال دوسری امتوں، اور شریعتوں میں نہیں ملتی ہے۔

رسولؐ فرماتے ہیں: مومنین بھائی بھائی ہیں ان کا خون برابر ہے اور وہ اپنے غیر کے لئے ایک ہیں۔ اگر ان کا چھوٹا کسی کو پناہ دیتا ہے تو سب اس کا خیال رکھتے ہیں۔ (۲)

(۱) بحار الانوار: ج ۵ ص ۳۱۷ (۲) امالی مفید: ص ۱۱۰۔

امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ ''مومن، مومن کا بھائی ہے دونوں ایک بدن کے مانند ہیں کہ اگر بدن کے کسی ایک عضو کو کوئی تکلیف ہوتی ہے تو اس کا دکھ پورے بدن کو ہوتا ہے۔''(۱)

امام جعفر صادقؑ مومنوں کو وصیت فرماتے ہیں: ایک دوسرے سے ربط وضبط رکھو ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کرو، ایک دوسرے پر رحم کرو، اور بھائی بھائی بن جاؤ جیسا کہ خداوند کریم نے تمہیں حکم دیا ہے(۲) یہ ہے ولاء کا خط افقی۔

اس سے قوی، متین اور مضبوط رشتہ میں دوسری امتوں میں کوئی نظر نہیں آتا ہے۔

اس وضاحت کے اعتبار سے ولاء عبارت ہے اس عضوی نسبت سے جو کہ ایک رکن کو خاندان سے ہوتی ہے ایک رکن وستون پوری عمارت کو روکے رکھتا ہے بالکل ایسے ہی جیسے سیسہ پلائی ہوئی عمارت، جیسا کہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے، ایک خاندان کے افراد کا آپس میں جو رشتہ ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے ایک بدن کے اعضاء کا ہوتا ہے، یہ اخوت کا رشتہ اس رشتہ سے کہیں مضبوط ہوتا ہے جو ایک خاندان کے افراد کے درمیان ہوتا ہے۔

اس صورت میں یہ محبت اور لگاؤ ارتباط وعلاقہ سے جدا ایک رشتہ ہے جو امت میں داخل ہے جس کو عضوی نسبت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جیسے فرد کا رشتہ خاندان سے اور عضو کا بدن سے ہوتا ہے۔

اور جب ولاء کا دارومدار خط افقی میں تعاون، ایک دوسرے سے ربط وضبط، خیر خواہی، نیکی، بھائی چارگی، احسان ومودت، ایک دوسرے کی مدد، ایک دوسرے کی ضمانت اور

(۱) بحار الانوار: ج ۷۴ ص ۲۶۸

(۲) اصول کافی: ج ۲ ص ۱۷۵

تکامل وغیرہ پر ہے۔ تو خط عمودی میں ولا کا دارومدار، طاعت، تسلیم ومحبت، نصرت وپیروی، وابستگی، اتباع، تمسک اور ان سے اور ان کے دوستوں سے محبت اور ان کے دشمنوں سے قطع تعلقی اور برات وبیزاری کرنے پر ہے۔

اس نکتہ کے آخر میں ہم یہ بیان کر دیں کہ، محبت کرنا اور بیزار ہونا کوئی تاریخی قضیہ نہیں ہے کہ جو ہماری سیاسی زندگی اور آج کی تہذیب سے جدا ہو۔

اور امام جعفر صادقؑ نے ولاء کی جو تعریف کی ہے اس کے لحاظ سے وہ کوئی اعتقادی مسئلہ نہیں ہے جس کا ہماری اس سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے جس میں زندگی گزارتے ہیں۔ امام کا ارشاد یہ ہے: جتنی اہمیت ہم ولا کو دیتے ہیں اتنی کسی چیز کو نہیں دیتے ہیں۔

ولاء یعنی طاعت، محبت، نسبت، بیزاری، صلح وسلامتی اور جنگ اور ہماری موجودہ سیاسی واجتماعی موقف ہے۔

جب تک کہ ولاء وبیزاری ہمارے عقائد کو حرکت وعمل کی طرف نہ بڑھائے اور شرعی ولایت کے طول میں سیاسی میدان میں جنگ وصلح میں نمایاں نہ ہو اس وقت تک ولاء وبیزاری کی وہ اہمیت نہیں ہوگی جو کہ ہم اہل بیت سے وارد ہونے والی نصوص میں بیان ہوئی ہے۔

اب ہم انشاء اللہ ولاء سے متعلق ان فقروں کو اختصار کے ساتھ بیان کریں گے جو زیارتوں میں اہل بیتؑ سے نقل ہوئے ہیں یہ زیارات ولاء کے مفہوم سے معمور ہیں۔

برات وبیزاری

ولاء ومحبت کا ایک پہلو، برات وبیزاری ہے اور ولاء وبرات ایک ہی قضیہ کے دو رخ

ہیں اور وہ نسبت ہے اور اور یہ برات قضیہ کی نسبت میں بہت ہی دشوار پہلو ہے اور برات کے بغیر ولاء ناقص ہے، ایک شخص نے امیر المومنینؑ کی خدمت میں عرض کیا: میں آپ سے بھی محبت کرتا ہوں اور آپ کے دشمن سے بھی محبت کرتا ہوں۔ (یہی ناقص ولاء ہے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں) امیر المومنینؑ نے اس سے فرمایا: تو اس صورت میں تم بھینگے ہو (بھینگے کو پوری چیز نظر نہیں آتی ہے) اگر تم اندھے ہو (اس صورت میں برات و بیزاری کے ساتھ ولاء بھی ختم ہو جاتی ہے) یا تم دیکھتے ہو (تو ولاء و برات جمع ہو جاتی ہیں)۔

زیارت جامعہ میں آیا ہے: میں خدا کو گواہ قرار دیتا ہوں اور آپ حضرات کو گواہ بناتا ہوں کہ آپ پر ایمان لایا اور ہر اس چیز پر ایمان لایا ہوں جس پر آپ کا ایمان ہے، آپ کے دشمن سے بیزار ہوں اور ہر اس چیز سے بیزار ہوں جس کو آپ نے ٹھکرا دیا ہے، میں آپ کی عظمت کی اور آپ کے مخالف کی گمراہی کی بصیرت رکھتا ہوں، میں آپ کا دوست اور آپ کے دوستوں کا دوست ہوں، میں آپ کے دشمنوں سے بغض رکھنے والا ہوں اور ان کا دشمن ہوں۔

زیارت عاشورہ میں تو خدا کے دشمنوں سے کھلم کھلا اور شدت کے ساتھ بیزاری کا اظہار ہوا ہے:

"لعن اللّٰہ أمة قتلتکم، و لعن الله الممهدین لهم بالتمکین لقتالکم برئت الیٰ الله و الیکم منهم و من أشیاعهم و أتباعهم و أولیائهم".

خدا لعنت کرے اس گروہ پر جس نے آپ کو قتل کیا، خدا لعنت کرے ان لوگوں پر کہ جنہوں نے جنگ کرنے کے لئے زمین ہموار کی، میں خدا کی بارگاہ میں اور آپ کی خدمت جناب میں ان سے، ان کے پیرووں، ان کا اتباع کرنے والوں اور ان کے دوستوں سے بیزار ہوں۔

اس زیارت میں صرف خدا کے دشمنوں ہی سے بیزاری کا اظہار نہیں ہوا ہے بلکہ خدا

کے دشمنوں کی پیروی واتباع کرنے والوں اور ان سے خوش ہونے والوں سے بھی بیزاری ہے اور جس طرح ہم اولیاء خدا کی محبت کے ذریعہ خدا سے قریب ہوئے ہیں اسی طرح ہم خدا کے دشمنوں اور ان کے دوستوں کی دشمنی سے بھی خدا سے قریب ہوتے ہیں۔ زیارت عاشورہ ہی میں ہے:

"انی اتقرب الیٰ اللّٰہ و الیٰ رسوله بموالاتکم و بالبرائة ممن قاتلك و نصب لك الحرب و بالبرائة ممن أسس أساس ذلك و بنیٰ علیه بنیانه"

میں آپ کی محبت و دوستی کے ذریعہ خدا اور اس کے رسول کا تقرب حاصل کرتا ہوں اور ان لوگوں سے کہ جنہوں نے آپ سے قتال و جنگ کی ہے ان سے بیزار ہوں اور جس نے اس کی بنیاد رکھی اور پھر اس کی عمارت بنائی اس سے بھی بیزاری کے ساتھ خدا کا تقرب چاہتا ہوں۔

ولاء اور توحید کا ربط

ولاء توحید ہی کے تحت ہے اس کو ہم پہلے بھی کئی بار بیان کر چکے ہیں، اسلام میں ولاء کی قیمت یہ ہے کہ اس کا سوتا توحید کے چشمہ سے پھوٹتا ہے اور توحید کے طول میں آتی ہے، کسی غیر خدا سے کوئی محبت نہیں ہے مگر یہ کہ خدا کے اذن اور اس کے حکم سے کی جا سکتی ہے خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿اللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ خدا ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے ہیں۔ اس کے بعد رسولؐ خدا اور صاحبان امر کی ولایت خدا کے حکم سے واجب ہوئی ہے جس کو نے خدا

سے محبت کی اس نے رسولؐ سے محبت کی اور جس نے رسولؐ سے محبت کی اس نے صاحبان امر سے محبت کی، واضح رہے رسول کی ولایت کو خدا کی ولایت سے اور اہل بیتؑ کی ولایت کو رسولؐ کی ولایت سے جدا نہیں کیا جا سکتا ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَ رَسُولُهُ وَ الَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَ يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَ هُمْ رَاكِعُونَ﴾(۱)

تمہارا ولی صرف خدا، رسولؐ اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکواۃ دیتے ہیں۔

روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور "**یقیمون الصلوٰۃ و یؤتون الزکوٰۃ و ھم راکعون**" سے حضرت علیؑ ہی مراد ہیں۔

یہ ولایت، خدا اور اس کے رسولؐ اور ان لوگوں کی ہے جو ایمان لائے ہیں اور جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکواۃ دیتے ہیں وہی مسلمانوں کے ولی امر ہیں۔

اس لحاظ سے رسولؐ اور آپؐ کے اہل بیتؑ کی ولایت خدا کی ولایت ہی کی کڑی ہے جیسا کہ رسولؐ اور آپؐ کے بعد مسلمانوں کے ولی امر کی اطاعت بھی خدا کی اطاعت ہی کی کڑی ہے۔ اور ولایت و طاعت ہی کی طرح محبت بھی ہے۔

(۱) سورہ مائدہ: ۵۵ ریہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے اس کو فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں سورہ مائدہ کی آیہ انما ولیکم اللہ کے ذیل میں بیان کیا ہے اور شبلنجی نے نور الابصار ص ۱۷۰ پر زمخشری نے کشاف میں سورہ مائدہ میں مذکورہ آیت کے ذیل میں رابو السعود نے مذکورہ آیت کے ذیل میں راسی طرح بیضاوی نے اس کو متعدد طریقوں سے نقل کیا ہے رسیوطی نے در منثور میں اسی آیت کے سلسلہ میں متعدد طریقوں سے روایت کی ہے. واحدی نے اسباب النزول ص ۱۴۸ پر، متقی نے کنزل العمال ج ۶ ص ۳۱۹ پر اور ج ۷ ص ۳۰۵ پر ہیثمی نے مجمع الزوائد: ج ۷ ص ۱۷ پر، طبری نے ذخائر العقبیٰ ج ۸ ص ۱۰۲ پر اور فیروز آبادی نے فضائل الخمسہ من الصحاح الستہ ج ۲ ص ۱۸ و ۲۳ پر اس کی روایت کی ہے

رسولؐ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: خدا سے اس لئے محبت کرو کہ اس نے تمہیں اپنی نعمتوں سے سرشار کیا ہے اور مجھ سے خدا کی محبت کی بدولت محبت کرو اور میرے اہل بیت سے میری محبت کے باعث محبت کرو۔(۱)

آپؐ ہی کا ارشاد ہے: خدا سے محبت کرو کہ اس نے تمہیں اپنی نعمت سے سرشار کیا ہے اور مجھ سے خدا کی محبت کی وجہ سے محبت کرو اور میرے اہل بیتؑ سے میری محبت کے سبب محبت کرو۔(۲)

بنابریں جو شخص خدا سے محبت کرے گا وہ ان حضرات سے بھی محبت کرے گا اور جو خدا کی اطاعت کرے گا وہ ان کی اطاعت کرے گا اور جو خدا سے محبت کرے گا وہ ان سے محبت کرے گا۔

یہ توحیدی میزان کا ایک پلہ اور دوسرا پلہ یہ ہے کہ جو ان سے تولی کرے گا وہ خدا سے تولی کرے گا اور جو ان کی اطاعت کرے گا درحقیقت وہ خدا کی اطاعت کرے گا اور جو ان سے محبت کرے گا وہ درحقیقت خدا سے محبت کرے گا۔ اس طرح یہ دوستی وولاء اور توحید کے پلے برابر ہو جائیں گے۔

اس سلسلہ میں درج ذیل روایتوں کو ملاحظہ فرمائیں جو کہ ترازو کے دوسرے پلے کی طرف اشارہ کرتی ہیں:

زیارت جامعہ میں آیا ہے:

....

(۱) صحیح ترمذی: ج ۱۳ ص ۲۶۱ رتاریخ بغداد: ج ۴ ص ۱۶۰ راور اس کو ان دونوں سے علامہ امینی نے اپنی گراں قیمت کتاب سیرتنا وسنتنا میں تحریر کیا ہے۔ (۲) صحیح ترمذی کتاب المناقب باب مناقب اہل البیت رمستدرک حاکم: ج ۳ ص ۱۴۹ راور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

"من والاکم فقد و الی اللّٰہ ،و من عاداکم فقد عادی اللّٰہ"

جس نے آپ سے محبت کی درحقیقت اس نے خدا سے محبت کی اور جس نے آپ سے دشمنی کی اس نے خدا سے دشمنی کی۔

اسی زیارت میں آیا ہے:

"من أطاعکم فقد أطاع اللّٰہ و من عصاکم فقد عصی اللّٰہ"

جس نے آپ کی اطاعت کی درحقیقت اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے آپ کی نافرمانی کی درحقیقت اس نے خدا کی نافرمانی کی۔

اسی زیارت میں آیا ہے:

"من أحبکم فقد احب اللّٰہ و من أبغضکم فقد أبغض اللّٰہ"

جس نے آپ سے محبت کی اس نے خدا سے محبت کی اور جس نے آپ سے بغض رکھا اس نے خدا سے بغض رکھا۔

اور ہم ان کی محبت اور ان کے دشمنوں سے بیزاری کے ذریعہ خدا سے قریب ہوتے ہیں۔ چنانچہ زیارت عاشورہ میں ہے:

" انی اتقرب الیٰ اللّٰہ بموالاتکم و بالبرائۃ ممن قاتلك و نصب لك الحرب"

میں آپ کی محبت اور اس شخص سے بیزاری کے ساتھ خدا کا تقرب چاہتا ہوں کہ جس نے آپؑ سے قتال کیا اور آپ سے جنگ کی۔

رسولؐ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"من أطاعنی فقد أطاع اللّٰہ و من عصانی فقد عصی اللّٰہ و من عصی علیاً

فقد عصانی"۔(۱)

جس نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی (اسی طرح) جس نے علی کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: نبیؐ نے علیؑ کی طرف دیکھا اور فرمایا: اے علی! میں دنیا و آخرت میں سید و سردار ہوں تمہارا دوست میرا دوست ہے اور میرا دوست خدا کا دوست ہے اور تمہارا دشمن میرا دشمن ہے اور میرا دشمن خدا کا دشمن ہے۔(۲)

اسلام میں تولی اور تبری کے مفہوم کے باریک نکات میں سے یہ بھی ہے کہ ہم ولایت خدا اور ولایت اہل بیتؑ کے درمیان جو محکم توحیدی ربط ہے اسے دقیق طریقہ سے سمجھیں اور دونوں ولایتوں کے درمیان توحیدی توازن کو سمجھیں اور یہ جان لیں کہ اسلام میں جو بھی ولایت ہے وہ خدا کی ولایت کے تحت ہی ہوگی ورنہ وہ باطل ہے اور جو بھی اطاعت ہے اسے بھی خدا کی اطاعت ہی کے تحت ہونا چاہئے اور اگر خدا کی طاعت کے تحت نہیں ہے تو وہ باطل ہے اور ہر محبت کو خدا کی محبت کے تحت ہونا چاہئے ورنہ خدا کے میزان میں اس کی کوئی قیمت و حیثیت نہیں ہوگی۔

---

(۱) حاکم نے مستدرک الصحیحین ج ۳ ص ۱۲۱ و ۱۲۸ پر بیان کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ریاض النضرۃ محب الطبری ج ۲ ص ۱۶۷۔ فیروز آبادی کی فضائل الخمسہ من الصحاح الستہ ج ۲ ص ۱۱۸ (۲) مستدرک الصحیحین ج ۳ ص ۱۲۷ اور حاکم نے اس حدیث کو شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے خطیب نے تاریخ بغداد: ج ۳ ص ۱۴۰ پر ابن عباس سے پانچ طریقوں سے اس کی روایت کی ہے۔ اور لکھتے ہیں: من احبك فقد احبنی و حبی حب اللّٰہ جس نے تم سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور میری محبت خدا کی محبت ہے اور محب نے ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۱۶۶ پر فضائل الخمسہ من الصحاح الستہ للفیروز آبادی ج ۲ ص ۲۳۳ پر اور اس حدیث کے متعدد طرق نقل کئے ہیں۔

اس سیاق میں یہ بھی ہے کہ اہل بیتؑ خدا کی طرف راہنمائی کرنے والے اور اس کی طرف بلانے والے ہیں اور اس کے امر سے حکم کرنے والے ہیں، اس کے سامنے سراپا تسلیم ہیں اور خدا کے راستہ کی طرف ہدایت کرنے والے ہیں۔

یہ قضیہ کا ایک پہلو ہے، اس کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ جو شخص خدا کو چاہتا ہے اور اس کے راستہ، اس کی مرضی اور اس کے حکم و حدود کو دوست رکھتا ہے اسے اہل بیتؑ کے راستہ پر چلنا چاہئے اور انکے عمل کو اختیار کرنا چاہئے، اس توحیدی معادلہ کے دونوں اطراف کو ملاحظہ فرمائیں:

زیارت جامعہ میں آیا ہے: الیٰ اللّٰہ تدعون و علیه تدلون و به تؤمنون و له تسلمون و بأمره تعملون و الیٰ سبیله ترشدون و بقوله تحکمون.

آپ اللہ کی طرف بلاتے ہیں اور اسی کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اور اسی پر ایمان رکھتے ہیں اور اسی کے سامنے سراپا تسلیم ہیں اور اسی کے امر کے مطابق عمل کرتے ہیں اور اس کے راستہ کی طرف ہدایت کرتے ہیں اور اس کے قول کے مطابق حکم دیتے ہیں۔

یہ قضیہ کا ایک سرا ہے اور اس کا دوسرا سرا یہ ہے:

"من اراد اللّٰه بدء بکم و من وحده قبل عنکم و من قصده توجه بکم"

اس کی تاکید ایک بار پھر کردوں کہ ہم ولاء کو خدا کی ولایت کے تحت اسی توحیدی طریقہ سے سمجھ سکتے ہیں، اگر اہل بیتؑ کی ولایت، طاعت اور محبت ولایت خدا کے تحت نہیں ہے تو وہ اہل بیتؑ کی تعلیم اور ان کے قول کے خلاف ہے۔

سلام و نصیحت

یہ بھی ولاء کے دو رخ ہیں یعنی صاحبان امر کے ساتھ کس طرح پیش آئیں، سلام

اس لگاؤ کا سلبی رخ ہے اور نصیحت اس لگاؤ کا ایجابی رخ ہے، اس کی تشریح ملاحظہ فرمائیں:

صاحبان امر (رسول خداؐ اور اہل بیتؑ) پر سلام بھیجنا جیسا کہ زیارات کی نصوص میں وارد ہوا ہے یہ سلام مقولہ خطاب سے نہیں ہے بلکہ سلام کا تعلق مقولۂ ارتباط و علاقہ سے ہے اور خطاب کو علاقہ اور ارتباط سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

صاحبانِ امر پر جو سلام بھیجا جاتا ہے اس کے باریک معنی یہ ہیں کہ ہم انہیں اپنے افعال و اعمال کے ذریعہ اذیت نہ دیں کیونکہ وہ ہمارے اعمال کو دیکھتے ہیں جیسا کہ سورۂ قدر اور دوسری روایات اس کی گواہی دے رہی ہیں۔

ان کے دوستوں کے برے اعمال اور ان کا گناہوں اور معصیتوں میں آلودہ ہونا انہیں تکلیف پہنچاتا ہے اسی طرح ان دو فرشتوں کو رنجیدہ کرتا ہے جو ان کے ساتھ رہتے ہیں اور ان کے دوستوں کے نیک و صالح اعمال انہیں خوش کرتے ہیں، ہم صاحبان امر پر سلام والی بحث کو زیادہ طول نہیں دینا چاہتے ہیں۔

ان پر سلام سے متعلق زیارتیں معمور ہیں، زیارت جامعہ غیر معروفہ میں، کہ جس کو شیخ صدوقؒ نے (کتاب من لا یحضرہ الفقیہ) میں امام رضاؑ سے نقل کیا ہے، سلاموں کا سلسلہ ہے ہم ان میں سے ایک حصہ یہاں نقل کرتے ہیں:

"السلام علیٰ أولیاء اللّٰه و أصفیائه، السلام علیٰ أمناء اللّٰه و أحبّائه، السلام علیٰ أنصار اللّٰه و خلفائه، السلام علیٰ محالّ معرفة اللّٰه، السلام علیٰ مساکن ذکر اللّٰه، السلام علیٰ مظهري أمر اللّٰه و نهیه، السلام علیٰ الدعاة الیٰ اللّٰه، السلام علیٰ المستقرّین فی مرضاة اللّٰه، السلام علیٰ المخلصین فی طاعة اللّٰه، السلام علیٰ الأدلّاء علیٰ اللّٰه، السلام علیٰ الذین من [illegible] الیٰ اللّٰه و من

"عاداهم فقد عادى الله، و من عرفهم فقد عرف الله، و من جهلهم فقد جهل الله، و من اعتصم بهم فقد اعتصم بالله، و من تخلى عنهم فقد تخلىٰ عن الله۔"

سلام ہو خدا کے دوستوں اور اس کے برگزیدہ بندوں پر، سلام ہو خدا کے امین اور اس کے احباء پر، سلام ہو خدا کے انصار اور اس کے خلفاء پر، سلام ہو معرفتِ خدا کے مقام پر سلام ہو، ذکرِ خدا کی منزلوں پر، سلام ہو خدا کے امر و نہی کے ظاہر کرنے والوں پر، سلام ہو خدا کی طرف بلانے والوں پر، سلام ہو خدا کی خوشنودی کے مرکزوں پر، سلام ہو طاعتِ خدا میں خلوص کرنے والوں پر، سلام ہو خدا کی طرف راہنمائی کرنے والوں پر، سلام ہو ان لوگوں پر کہ جو ان سے محبت کرے تو وہ محبت درحقیقت خدا سے ہو اور جو ان سے دشمنی کرے تو اصل میں اس کی دشمنی خدا سے ہو، جس نے انکو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا اور جس نے ان کو نہ پہچانا اس نے خدا کو نہ پہچانا، جو ان سے وابستہ ہو گیا وہ خدا سے وابستہ ہو گیا اور جس نے ان کو چھوڑ دیا اس نے خدا کو چھوڑ دیا۔

نصیحت

نصیحت صاحبانِ امر سے محبت و عقیدت کا دوسرا رخ ہے صاحبانِ امر کا خیر خواہ ہونا مقولۂ توحید سے ہے یہ بھی خدا و رسولؐ سے مخلصانہ محبت کے تحت آتا ہے، یہ ان تین سیاسی قضیوں میں سے ایک ہے جن کا اعلان رسولؐ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر عام مسلمانوں کے سامنے مسجد خیف میں کیا تھا۔

شیخ صدوقؒ نے اپنی کتاب خصال میں امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسولؐ نے منیٰ کے میدان میں مسجدِ خیف میں خطبہ دیا پہلے خدا

کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا: خدا شاداب و خوش رکھے اس بندے کو جس نے میری بات کو سنا اور محفوظ رکھا اور پھر اس بات کو اس شخص تک پہنچایا جس نے وہ بات نہیں سنی تھی کیونکہ بہت سے فقہ کے حامل فقیہ نہیں ہوتے اور بہت سے فقہ کے حامل اس شخص تک اسے پہنچاتے ہیں جو ان سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے، تین چیزوں سے مسلمان کا دل نہیں تھکتا ہے:

۱۔ خدا کے لئے خلوص عمل سے۔

۲۔ مسلمانوں کے ائمہ کی خیر خواہی سے۔

۳۔ اور اپنی جماعت کے ساتھ رہنے سے۔

اس لئے کہ ان کی دعوت انہیں گھیرے ہوئے ہے۔

اور مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، ان کا خون ایک ہی ہے اور ان کے ذمہ چیزوں کی ان کا چھوٹا بھی پابندی کرتا ہے اور وہ اپنے مخالف کے لئے ایک ہیں۔(۱)

اور صاحبانِ امر اور مسلمانوں کے ائمہؑ کی خیر خواہی یہ ہے کہ مسلمان ان کی مدد کرے، ان کی پشت پناہی کرے، انہیں محکم و مستحکم کرے، ان کا دفاع کرنے کی کوشش کرے، انہیں خیر خواہانہ مشورہ دے ان کی حفاظت کرے ان کے سامنے مسلمانوں کی مشکلیں اور رنج و غم کو بیان کرے یہ اس کی محبت و لگاؤ کا مثبت پہلو ہے۔

نمونۂ عمل اور قیادت

ولاء کے مفردات میں سے اہل بیتؑ کی تاسی کرنا بھی ہے۔

(۱) بحار الانوار: ج ۲۷ ص ۶۷۔

بیشک خداوند عالم نے پہلے ابراہیم کواوران کے بعدرسول کولوگوں کے لئے بہترین نمونہ عمل قراردیا تھااورلوگ ان دونوں کی اقتداء کرتے تھےاورخودکوان کے لحاظ سے دیکھتےاور پرکھتے تھے۔خداوندعالم کاارشاد ہے:

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِی اِبْرَاهِیمَ وَ الَّذِینَ مَعَهُ﴾(۱)

یقیناً ابراہیم میں اور جولوگ ان کے ساتھ ہیں ان میں تمہارے لئے اچھا نمونہ ہے۔نیزفرماتا ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِی رَسُولِ اللّهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾(۲)

رسولؐ کے بعدآپؐ کے اہل بیتؑ اورآپؐ کے خلفاء ہمارے لئے نمونہ عمل ہیں،ہم اپنی زندگی میں،اپنی محبت میں،اپنی عائلی زندگی میں،اپنے اہل وعیال سے محبت کرنے میں اور خود سے محبت کرنے میں اوران سب سے پہلے خدا سے محبت کرنے میں ہم انہیں کی پیروی کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ تاسی،تعلم نہیں ہے،اہل بیتؑ ہمارے معلم اورنمونہ عمل ہیں،ہم ان کی توجیہات اوران کی تعلیمات پرعمل کرتے ہیں،ہم ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں،ان کے راستہ پرگامزن ہوتے ہیں اورزندگی میں انہیں کی رسم وراہ اختیارکرتے ہیں،ایسی زندگی گزارتے ہیں جیسی انہوں نے گزاری ہے،عام لوگوں اوراپنے خاندان والوں کے ساتھ ایسے ہی رہتے ہیں جیسے وہ رہتے تھے۔

بیشک ائمہ اہل بیتؑ معصوم ہیں۔اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ انسانیت کے لئے کامل

(۱)سورہ ممتحنہ:۴(۲)سورہ احزاب:۲۱

نمونہ ہیں،خدانے انہیں میزان ومعیارقراردیا ہے،ہم خودکوانہیں کے معیارپرپرکھتے ہیں پس ہماری جوگفتاروکردار،ہماری خاموشی اورہماری حرکت وسکون اورہمارااٹھنابیٹھناان کی گفتارو کرداراوران کے حرکت وسکون کے مطابق ہوتا ہے وہ صحیح ہےاورجوان سے مختلف ہے وہ غلط ہے،خواہ وہ کم ہویازیادہ اس میں کوئی فرق نہیں ہے،اورزیارت جامعہ میں نقل ہونے والے درج ذیل جملے کے یہی معنی ہیں:

"المتخلف عنکم هالك و المتقدم لکم زاهق واللازم لکم لاحق"

آپ سے روگردانی کرنے والا فانی اورآپ سے آگے بڑھنے والا مٹ جائیگااور آپ کااتباع کرنے والاآپ سے ملحق ہوگا۔

ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اہل بیتؑ کی سیرت اورسنتوں کا مطالعہ کریں تاکہ ہماراکرداران کے کردار کے مطابق ہوجائے،حضرت امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں:تم میں اس کی طاقت نہیں ہے لیکن تم ورع وکوشش سے میری مددکرو۔

زیارت جامعہ میں ائمہؑ کی توصیف میں بیان ہوا ہے:وہ بہترین نمونے ہیں اوربہترین نمونے ہی معیار ہیں اور جہاں تک ہو سکے لوگ خودکوان ہی معیاروں پر پرکھیں۔

رسولؐ کے اہل بیتؑ نے حضرت ابراہیمؑ اورخودآنحضرتؐ سے اقدارواخلاق، عبودیت واخلاص اورطاعت وتقویٰ کی میراث پائی ہے۔

جوشخص انبیاءکی ہدایت پانااوران کے راستہ پرچلناچاہتا ہےتواسے چاہئے کہ وہ اہل بیتؑ کی اقتداءکرےاوران کےنقش قدم پرچلے۔

زیارت جامعہ میں یہ دعا ہے:

"جعلنی اللّٰہ ممن یقتص آثارکم و یسلک سبیلکم و یھتدی بھداکم"

خدا مجھے ان لوگوں میں قرار دے کہ جو آپ کے راستہ پر چلتے ہیں اور آپ کی ہدایت سے ہدایت پاتے ہیں۔

رنج و مسرت

رنج و مسرت ولاء کی دو حالتیں ہیں اور یہ دونوں محبت کی نشانیاں ہیں کیونکہ جب انسان کسی سے محبت کرتا ہے تو وہ اس کے غمگین ہونے سے غمگین ہوتا ہے اور اس کے خوش ہونے سے خوش ہوتا ہے۔ امام صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ہمارے شیعہ ہم ہی میں سے ہیں انکو وہی چیز رنجیدہ کرتی ہے جو ہمیں رنجیدہ کرتی ہے اور انہیں وہی چیز خوش کرتی ہے جو ہمیں خوش کرتی ہے۔(۱)

صحیح روایت میں ریان بن شبیب معتصم عباسی کے ماموں سے نقل ہوا کہ امام رضاؑ نے اس سے فرمایا: اے شبیب کے بیٹے اگر تم جنتوں کے بلند درجوں میں ہمارے ساتھ رہنا پسند کرتے ہو تو ہمارے غم میں غم اور ہماری خوشی میں خوشی مناؤ اور ہماری ولایت سے متمسک ہو جاؤ کیونکہ اگر کوئی شخص پتھر سے بھی محبت کرے گا تو خدا قیامت کے دن اسے اسی کے ساتھ محشور کرے گا۔(۲)

(۱) امالی طوسی: ج ۱ص ۳۰۵

(۲) امالی صدوق: ص ۷۹ مجلس ۲۷

مسمع سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: امام جعفر صادقؑ نے مجھ سے فرمایا: اے مسمع! تم عراقی ہو! کیا تم قبرِ حسینؑ کی زیارت کرتے ہو؟ میں نے عرض کی: نہیں، میں بصری مشہور ہوں، ہمارے یہاں ایک شخص ہے جو خلیفہ کی خواہش کے مطابق عمل کرتا ہے اور ناصبی اور غیر ناصبی قبائل میں سے بہت سے لوگ ہمارے دشمن ہیں مجھے اس بات کا خوف رہتا ہے کہ لوگ سلیمان کے بیٹے سے میری شکایت نہ کردیں اور وہ میرے درپے ہو جائیں، آپؑ نے مجھ سے فرمایا: کیا تمہیں یاد ہے کہ اس پر کیا احسان کیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ پھر فرمایا: کیا تم اس پر غم کا اظہار کرتے ہو؟ میں نے عرض کی: جی ہاں۔

میں اس پر اس قدر آنسو بہاتا ہوں کہ میرے اہل و عیال میرے چہرہ پر اس کا اثر دیکھتے ہیں۔ میں کھانا نہیں کھاتا خدا آپ کے آنسوؤں پر رحم کرے...

جو ہماری خوشی میں خوشی اور ہمارے غم میں غم مناتے ہیں اور ہمارے خوف میں خوف زدہ ہوتے ہیں اور جب ہم امان میں ہوتے ہیں تو وہ خود کو امان میں محسوس کرتے ہیں۔ تم مرتے دم دیکھو گے کہ تمہارے پاس میرے آباء و اجداد آئے ہیں اور تمہارے بارے میں ملک الموت کو تاکید کررہے ہیں اور تمہیں ایسی بشارت دے رہے ہیں کہ جس سے مرنے سے پہلے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ نتیجہ میں ملک الموت تمہارے لئے اس سے زیادہ مہربان ہو جائے گا کہ جتنی شفیق ماں بیٹے پر مہربان ہوتی ہے۔(۱)

ابان بن تغلب سے مروی ہے انہوں نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

(۱) کامل الزیارات: ص ۱۰۱

ہمارے اوپر ہونے والے ظلم پر رنجیدہ ہونے والے کی سانس تسبیح، ہمارے لئے اہتمام کرنا عبادت اور ہمارے راز کو چھپانا راہِ خدا میں جہاد ہے۔(۱)

ہم اسی خاندان سے ہیں، ہم عقیدہ، اصول، محبت، بغض، ولاء اور برأت میں ان کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ اور اس محبت و ولاء کی علامت ان کی خوشی وغم میں خوش اور غمگین ہونا ہے۔ لیکن ہم اپنے اس رنج و مسرت کو کیوں ظاہر کرتے ہیں اور اس کو دل و نفس کی گہرائی سے نکال کر نعرہ زنی کی صورت میں کیوں لاتے ہیں اور اس کو معاشرہ میں دوستوں اور دشمنوں کے درمیان کیوں ظاہر کرتے ہیں۔

اور اہل بیتؑ کی حدیثوں میں اس رنج و بکا خصوصاً مصائب حسینؑ کے اظہار کی کیوں تاکید کی گئی ہے۔

بکر بن محمد ازدی نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فضیل سے فرمایا: تم لوگ بیٹھتے اور گفتگو کرتے ہو؟ عرض کی: میں آپ پر قربان، ہاں ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔ فرمایا: میں ان مجلسوں کو پسند کرتا ہوں لہٰذا تم (ان مجلسوں میں) ہمارے امر کو زندہ کرو، خدا رحم کرے اس شخص پر جس نے ہمارے امر کو زندہ کیا۔(۲)

یہ اظہار غم اور نعرہ زنی ہماری ایمانی کیفیت کا اعلان ہے (یہ ہماری تہذیبی، سیاسی اور ثقافتی وابستگی کا اظہار ہے) یہ اعلان و اظہار اور نعرہ زنی اہل بیتؑ سے ہماری وابستگی کا اعلان ہے۔ یہ وہ چیز ہے جس کی ہم نے مرور زمانہ میں حفاظت کی ہے۔ جس کو ہم نے سیاسی و ثقافتی حملوں سے آج تک بچایا ہے۔

---

(۱) امالی مفید: ص ۲۰۰؍ بحار الانوار: ج ۴۴ ص ۲۷۸

(۲) بحار الانوار: ج ۴۴ ص ۲۸۲

ہمراہی اور اتباع

شاید لفظ ہمراہی و معیت مکتب اہل بیتؑ سے منسوب ہونے کے لئے بہترین لفظ ہے، خوشحالی و بدحالی، تنگی و کشادگی، اور صلح و جنگ میں ہم انہیں کے ساتھ ہیں، یہ لفظ زیارت جامعہ میں وارد ہوا ہے گویا ترانہ ولاء کا ایک جملہ ہے "**معکم معکم لا مع عدو کم**.." میں آپ کے ساتھ ہوں آپ کے ساتھ، آپ کے دشمن کے ساتھ نہیں ہوں... زیارت کا یہ ٹکڑا بعض روایاتوں میں وارد ہوا ہے: **لا مع غیر کم**۔ اور یہ جملہ **لا مع عدو کم**" کی بہ نسبت زیادہ وسیع ہے۔

ثقافتی اتباع

ولاء میں اتباع کا مفہوم زیادہ وسعت رکھتا ہے۔

یہ مفہوم جنگ و صلح، محبت و عداوت، فکر و ثقافت اور معرفت و فقہ میں اتباع کو شامل ہے۔

ہم اس سلسلہ میں آزاد ہیں کہ مشرق و مغرب میں جہاں بھی ہمیں علم ملے اسے حاصل کریں لیکن یہ بات جائز ہے اور نہ صحیح ہے کہ ہم سرچشمہ وحی کو چھوڑ کر معرفت و ثقافت دوسرے مرکز سے حاصل کریں اور اہل بیتؑ نے معرفت و ثقافت کو وحی کے چشمے سے حاصل کیا ہے، کیوں نہ ہو وہ نبوت کے اہل بیتؑ اور رسالت کی منزل ہیں، فرشتوں کی آمد و رفت کا مرکز ہیں، وحی کے اترنے کی جگہ ہیں اور علم کے خزینہ دار ہیں... جیسا کہ زیارت جامعہ میں وارد ہوا ہے۔

ثقافت اور علم کے درمیان فرق ہے علم براہ راست انسان کے چال چلن، عقیدہ، طرز

فکر، طریقہ کار عبادت، محبت، معاشرت، تحرک، اجتماعی و سیاسی سرگرمی و فعالیت وغیرہ پر اثر انداز نہیں ہوتا ہے، لیکن ثقافت انسان کے چال چلن اس کے افکار، طریقہ معیشت و معاشرت اور عبادت، خدا، کائنات اور انسان سے متعلق نظریہ و تصور پر براہ راست اثر انداز ہوتی ہے۔

اور علوم بے پناہ ہیں، جیسے، دوا سازی و دوا فروشی، تجارت، اقتصادیات، محاسبہ، ریاضیات، انجینئری و معماری، الکٹرون، ایٹم، جراحت، طبابت، میکانک، فزکس وغیرہ، لوگ آزاد ہیں کہ جہاں بھی انہیں علم ملے اسے حاصل کرلیں، یہاں تک کہ کافر سے بھی حاصل کر سکتے ہیں، کیونکہ علم ایک قسم کا اسلحہ اور طاقت ہے اور مومنین کو چاہئے کہ وہ کافروں اور اپنے دشمنوں سے اسلحہ و طاقت لے لیں۔

ثقافت جیسے اخلاق، عرفان، فلسفہ، فقہ وعقیدہ، دعا، تربیت، تہذیب، طرز معاشرت اجتماعی معیشت و کردار کے زاویے اور ادب وغیرہ۔

ثقافت علم کی مانند نہیں ہے اور نہ ہمارے لئے یہ جائز ہے کہ ہم ثقافت (معرفت) وحی کے سرچشمہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ حاصل کریں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ثقافت انسان کے چال چلن اور کردار، اس کے طرز فکر، اس کی معیشت، خدا اور لوگوں اور اپنے نفس اور دوسری چیزوں سے محبت و لگاؤ کی کیفیت پر براہ راست اثر انداز ہوتی ہے۔ ثقافت علم کو محدود رکھتی ہے خصوصاً جب علم صالح ثقافت سے متصل نہ ہو۔ ممکن ہے علم تخریب و فساد کا آلہ کار بن جائے۔ جبکہ ہدایت کرنے اور راہ دکھانے والی ثقافت علم کو لگام لگاتی ہے اور اس سے انسان کی خدمت کے لئے مفید و نفع بخش کام لیتی ہے۔

قرآن مجید، انسان کی زندگی میں، کتاب (ثقافت و معرفت) ہے، جس کو خدا نے انسان کی فکر و کردار کی ہدایت کے لئے نازل کیا ہے۔ یہ کتاب علم نہیں ہے، اگر چہ علماء نے

قرآن مجید میں فلک، نجوم، نباتات، حیوانات، طب اور فلسفہ سے متعلق بے پناہ علوم پائے ہیں۔ اس کے باوجود قرآن کتاب ثقافت و ہدایت ہی رہا۔ یہ بات صحیح نہیں ہے کہ ہم قرآن کے ساتھ کتاب علم کا سا سلوک کریں گویا وہ علم کی کتاب ہے جس کو خدا نے اس لئے نازل کیا ہے کہ لوگ اس کے ذریعہ فزکس، کیمیا اور نباتات وغیرہ کا علم حاصل کریں۔ بلکہ وہ ثقافت و معرفت کی کتاب ہے، جس کو خدا نے اس لئے نازل کیا ہے کہ وہ ہمیں طرز زندگی، خدا، کائنات اور انسان کی معرفت کا طریقہ، تصور خدا اور تصور کائنات و انسان کی کیفیت بتائے کہ ہم خدا، لوگوں، اپنے نفسوں اور دوسری اشیاء کے ساتھ کس طرح پیش آئیں اور اشیاء کی بلندیوں اور افکار و افراد کا کیسے اندازہ لگائیں۔

خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ، هُدًى لِلنَّاسِ، وَ بَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَ الْفُرْقَانِ﴾(۱)

رمضان کا مہینہ ہی ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے، جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور اس میں ہدایت کے ساتھ حق و باطل کے امتیاز کی نشانیاں بھی ہیں۔

دوسری جگہ فرماتا ہے:

﴿وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ، وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَ الْحِكْمَةِ، يَعِظُكُمْ بِهِ﴾ (۲)

اور تمہارے اوپر خدا نے جو نعمتیں نازل کی ہیں ان کو یاد کرو اور تمہارے اوپر کتاب و

....

(۱) البقرة:۱۸۵ (۲) البقرة:۲۳۱

حکمت نازل کی ہے جس کے ذریعہ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے۔

نیز فرماتا ہے:

﴿ھٰذا بَیَانٌ لِلنَّاسِ وَ ھُدیً وَّ مَوعِظَۃٌ لِلْمُتَّقِینَ﴾(۱)

یہ لوگوں کیلئے ایک بیان ہے اور پرہیز گاروں کے لئے ہدایت ونصیحت ہے۔

نیز فرماتا ہے:

﴿یٰا اَیُّھَا النَّاسُ قَد جَاءَکُم بُرھَانٌ مِّن رَّبِّکُم، وَ اَنزَلنَا اِلَیکُم نُورًا مُّبِینًا﴾(۲)

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل آ گئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف نور مبین نازل کیا ہے۔

نیز فرماتا ہے:

﴿وَ لَقَد جِئنَاھُم بِکِتَابٍ فَصَّلنَاہُ عَلیٰ عِلمٍ، ھُدیً وَّ رَحمَۃً لِقَومٍ یُّؤمِنُونَ﴾(۳)

ہم تمہارے پاس ایسی کتاب لائے جس کی ہم نے علم کے لحاظ سے تفصیل کی ہے اور یہ ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت ورحمت ہے۔

پھر فرماتا ہے:

﴿ھٰذا بَصَائِرُ مِن رَّبِّکُمْ وَ ھُدیً وَّ رَحمَۃٌ لِقَومٍ یُّؤمِنُونَ﴾(۴)

یہ قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے دلائل اور ایمان لانے والوں کے لئے

(۱) آل عمران: ۱۳۸ (۲) سورۃ النساء: ۱۷۴

(۳) سورہ الاعراف: ۵۲ (۴) سورہ الاعراف: ۲۰۳

ہدایت ورحمت ہے۔ تو قرآن کتاب ثقافت ہے اور لوگوں کی زندگی میں نور ہے، لوگوں کے لئے دلائل، ہدایت اور نصیحت ہے اور ہمارے لئے یہ صحیح ہے کہ ہم کسی بھی سرچشمہ سے علم حاصل کر سکتے ہیں اور کسی بھی ذریعہ سے علم حاصل کر سکتے ہیں یہاں تک کہ اپنے دشمنوں سے بھی علم حاصل کر سکتے ہیں لیکن ہمارے لئے یہ صحیح نہیں ہے کہ ہم معصوم کے سرچشمہ کے علاوہ کسی اور سے ثقافت لیں کہ وہ اس ثقافت کو ہماری طرف وحی کے سرچشمہ سے نقل کرتا ہے کیونکہ ثقافت میں ذرہ برابر بھی خطا مشقت کا باعث ہے جبکہ علم ایسا نہیں ہے۔

رسول معصوم، سرچشمہ ہیں ان پر وحی نازل ہوتی ہے اور وہ اسے ہم تک پہنچاتے ہیں، رسولؐ کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا لیکن رسولؐ نے اپنے اہل بیتؑ کے خلفاء کو، جو کہ قرآن کے ہم پلہ ہیں، ہمارے درمیان اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے، اہل بیتؑ نے ثقافت و معرفت کو رسولؐ ہی سے لیا ہے اور معرفت وثقافت، خدا کے حدود واحکام، حلال وحرام، سنن آداب واخلاق اور اصول وفروع کی میراث آنحضرتؐ ہی سے پائی ہے اور ان چیزوں میں رسولؐ انہیں اپنے بعد نسلاً بعد نسل مسلمانوں کا مرجع اور قرآن کا ہم پلہ قرار دیا ہے یہاں تک کہ خداوند عالم انہیں زمین اور روئے زمین کی تمام چیزوں کا وارث بنائیگا اور اس کا ثبوت حدیث ثقلین ہے جو فریقین کے نزدیک صحیح ہے۔ اس حدیث میں رسولؐ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ میرے بعد تم قیامت تک قرآن اور اہل بیتؑ سے رجوع کرنا اور آنحضرتؐ نے ان دونوں سے تمسک کرنے کو گمراہی وضلالت سے امان قرار دیا ہے۔(۱)

(۱) مسلم نے اپنی صحیح میں فضائل صحابہ کے ذیل میں یہ حدیث نقل کی ہے اور ترمذی نے اپنی صحیح میں ج ۲ ص ۳۰۸، احمد نے اپنی مسند میں متعدد مقامات پر اس حدیث کو نقل کیا ہے، دارمی نے اپنی سنن کی ج ۲ ص ۴۳۱ پر کئی سندوں سے نقل کیا ہے، حاکم نے مستدرک میں اسے متعدد سندوں سے نقل کیا ہے اور شیخین کی شرط پر اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ج ۳ ص ۱۰۹، سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۴۸، ج ۷ ص ۳۰، صواعق محرقہ ص ۸۹، اس نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، اصحاب اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۲ اور غیرہ نے بھی اس کو نقل کیا ہے، اس حدیث کی سند بیان کر کے ہم اپنی بات کو طول نہیں دینا چاہتے کیونکہ امر اس سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ اس سلسلہ میں صحیح مسلم و ترمذی [illegible]

نص حدیث یہ ہے:

"إني تارك فيكم الثقلين كتاب الله و عترتي أهل بيتي، و أنهما لن يفترقا، حتى يردا عليّ الحوض، ما إن تمسكتم بهما لن تضلوا بعدي"۔

میں تمہارے درمیان دوگرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک کتاب خدا، دوسری میری عترت جو کہ میرے اہل بیتؑ ہیں یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں گے جب تک تم ان دونوں سے وابستہ رہو گے اس وقت تک میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔

کتابوں میں اس حدیث کے الفاظ ملتے جلتے ہیں، جن سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کے الفاظ میں اختلاف ہے اس حدیث کو رسولؐ نے بہت سے موقعوں پر بیان فرمایا ہے انہیں میں سے غدیر خم بھی ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں زید بن ارقم سے نقل ہے، رسول خداؐ نے فرمایا:

"مثل أهل بيتي مثل سفينة نوح من ركبها نجا، و من تخلّف عنها غرق"۔

میرے اہل بیتؑ کی مثال کشتی نوح کی سی ہے جو اس پر سوار ہو گیا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی وہ ڈوب گیا۔(۱)

نیز فرمایا: "اهل بيتي امان لأمتي من الإختلاف"۔

....

(۱) اس کو حاکم نے مستدرک ج ۲ ص ۳۴۳ پر نقل کیا ہے اور مسلم کی شرط پر اسے صحیح قرار دیا ہے کنز العمال ج ۶ ص ۲۱۶/ مجمع الزوائد ہیثمی ج ۹ ص ۱۸/ حلیۃ الاولیاء ابو نعیم ج ۴ ص ۳۰۶/ تاریخ بغداد خطیب: ج ۱۲ ص ۱۹/ در منثور سیوطی/ سورہ بقرہ کی درج ذیل آیت: و اذ قلنا ادخلوا هذه القرية فكلوا منها حيث شئتم، کشف الحقائق/ مناوی ص ۱۳۲/ صواعق محرقہ/ طبری/ فضائل الخمسہ/ فیروز آبادی ج ۲ ص ۶۷ تا ۷۱

میرے اہل بیتؑ میری امت کے لئے اختلاف سے امان میں رہنے کا باعث ہیں۔(۱)

اس کے علاوہ اور بہت سی حدیثیں ہیں جن کی صریح اور واضح دلالت اس بات پر ہے کہ رسولؐ مسلمانوں کو یہ وصیت فرماتے تھے کہ میرے بعد تم میرے اہل بیتؑ سے رجوع کرنا اور اپنے دین کے دستور و معارف انہیں سے لینا، اسی طرح خدا کے بیان کردہ حدود، اس کے نبی کی سنت اور حلال و حرام انہیں سے معلوم کرنا۔

فیروز آبادی نے اپنی گرانقدر کتاب "فضائل الخمسۃ من الصحاح الستۃ" میں ان حدیثوں میں سے کچھ حدیثیں بیان کی ہیں، بحث طویل ہو جانے کے خوف سے ہم ان سے چشم پوشی کرتے ہیں۔

بیشک اہل بیتؑ، مرکز رسالت، ملائکہ کی جائے آمد و رفت، وحی اترنے کی منزل، علم کے خزینہ دار، تاریکی میں چراغ، تقوے کی نشانیاں، ہدایت کے امام، انبیاء کے وارث اور دنیا والوں پر خدا کی حجت ہیں۔ زیارت جامعہ میں وارد ہوا ہے: وہ معروف خدا کے مرکز، حکمتِ خدا کے معادن، کتاب خدا کے حامل، اس کی حجت، اس کی صراط اور اس کا نور و برہان ہیں جیسا کہ زیارت جامعہ میں وارد ہوا ہے۔

اس صورت میں جو بھی ان سے جدا ہو گا وہ لامحالہ بھٹک جائیگا، خواہ وہ ان سے آگے بڑھ جائے یا ان سے پیچھے رہ جائے کیونکہ خدا کی صراط ایک ہے متعدد نہیں ہے، پھر جو ان کے راستہ پر چلے گا وہ خدا کی طرف ہدایت پائے گا اور جو راہ میں ان سے اختلاف کرے گا وہ اس

---

(۱) مستدرک صحیحین/ ج ۳ ص ۱۴۹/ اور انھوں نے اس کو صحیح قرار دیا ہے. صواعق محرقہ: ص ۱۱۱/ مجمع الزوائد ہیثمی: ج ۹ ص ۱۷۴/ فیض القدیر مناوی ج ۶ ص ۲۹۷/ کنز العمال متقی: ج ۷ ص ۲۱۷/ فیروز آبادی فضائل الخمسۃ من الصحاح الستۃ/ ج ۲ ص ۷۱ تا ۷۳ اس کو بہت سے طریقوں سے نقل کیا ہے۔

منزل تک نہیں پہونچ پائیگا جس کو خدا چاہتا ہے، اس بات کا رسولؐ نے کئی موقعوں پر اعلان فرمایا ہے ان میں سے ہم نے ایک حدیث ثقلین میں بیان کیا ہے۔ جب تک تم ان دونوں سے متمسک و وابستہ رہو گے اس وقت تک گمراہ نہ ہوگے۔

یہ کوئی اجتہادی مسئلہ نہیں ہے کہ جس میں بعض لوگ ہدایت پا جاتے ہیں اور بعض لوگ بھٹک جاتے ہیں، ہدایت یافتہ کو دوہرا ثواب دیتا ہے اور خطا کرنے والے کو ایک ہی دیتا ہے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں۔

نص کے ہوتے ہوئے اجتہاد کرنا صحیح نہیں ہے اور رسولؐ نے اس سلسلہ میں نص فرمائی ہے کہ میرے بعد جس چیز میں تمہارے درمیان اختلاف ہو اس میں تم میرے اہل بیتؑ سے رجوع کرنا۔ زیارت جامعہ میں آیا ہے۔

"فالراغب عنكم مارق و اللازم لكم لاحق، و المقصّر في حقّكم زاهق، و الحقّ معكم و فيكم و منكم و اليكم و أنتم معدنه و فصل الخطاب عندكم، و آيات الله لديكم، و نوره و برهانه عندكم"۔

آپ سے روگردانی کرنے والا دین سے خارج ہے اور آپ کا اتباع کرنے والا آپ سے ملحق ہے اور آپ کے حق میں کوتاہی کرنے والا مٹ جانے والا ہے، حق آپ کے ساتھ، آپ کے درمیان، آپ سے اور آپ کے لئے ہے، اور آپ حق کے معدن ہیں، فصل خطاب آپ کے پاس ہے۔. خدائی آیتیں آپ کے پاس ہیں، اور اس کا نور و برہان آپ کے پاس ہے۔

پس جو شخص خدا کی رضا، اس کا طریقہ، اس کی ہدایت اور اس کا راستہ چاہتا ہے وہ لامحالہ انہیں سے لے گا اور انہیں کے راستہ پر چلے گا، کیونکہ اہل بیتؑ خدا کے علاوہ کسی دوسرے

کی طرف نہیں بلاتے ہیں اور نہ غیر کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اسی زیارت میں وارد ہوا ہے:

"الیٰ اللّٰه تدعون، و عليه تدلون و به تؤمنون، و له تسلمون، و بأمره تعملون، و الیٰ سبيله ترشدون، و بقوله تحكمون، سعد من والاكم، و هلك من عاداكم، و خاب من جحدكم، و ضلّ من فارقكم، و فاز من تمسك بكم، و امن من لجأ اليكم، و سلم من صدقكم، و هدى من اعتصم بكم"۔

آپ خدا کی طرف دعوت دیتے ہیں، اسی کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اور اسی پر ایمان رکھتے ہیں اور اسی کے سامنے سراپا تسلیم ہیں اور اس کے امر کے مطابق عمل کرتے ہیں اور اس کے راستہ کی طرف ہدایت کرتے ہیں اور اس کے قول کے موافق حکم دیتے ہیں، جس نے آپ سے محبت کی اس کی قسمت سنور گئی اور جس نے آپ سے دشمنی کی وہ ہلاک ہو گیا، جس نے آپ کا انکار کیا وہ گھاٹے میں رہا اور جس نے آپ کو چھوڑ دیا وہ گمراہ ہو گیا اور جس نے آپ سے تمسک کیا وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے آپ کے پاس پناہ لے لی وہ محفوظ رہا، جس نے آپ کی تصدیق کی وہ صحیح و سالم رہا اور جس نے آپ کا دامن تھام لیا وہ ہدایت پا گیا۔

طاعت و تسلیم

طاعت و تسلیم ولاء کا جوہر ہے۔

اگر برمحل طاعت ہوتی ہے تو اس کی بڑی قیمت ہے اور اگر اپنی جگہ نہ ہو تو اس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی، عصیان و سرکشی اور انکار کی بھی قیمت ہوتی ہے جب کہ ان کا تعلق شیطان سے ہے، لیکن اگر ان کا تعلق خدا کے رسولؐ اہل بیتؑ اور مسلمانوں کے صاحبان امر سے ہو تو یہ قیمت

کی ضد قرار پائیں گے۔

چنانچہ سورۂ زمر کی آیت ۱۷ میں ان دونوں قیمتوں کو جمع کر دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿وَ الَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَعْبُدُوهَا ، وَ أَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ﴾

اور جو لوگ طاغوت کی پرستش کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اور خدا سے لو لگاتے ہیں ان کے لئے بشارت ہے، اور سورۂ نحل میں ارشاد ہے:

﴿أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾(۱)

تم خدا کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔

طاعت وعبادت، انکار واجتناب ایک چیز ہے اور خدا نے ہمیں اپنی، اپنے رسولؐ کی اور رسولؐ کے بعد اولی الامر کی طاعت کا حکم دیا ہے:

﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾

دوسری طرف ہمیں شیطان وطاغوت کی نافرمانی کرنے اور اس کے انکار کرنے کا حکم دیا ہے۔

﴿يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَ قَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ﴾(۲)

وہ لوگ طاغوت کو اپنا حاکم بنانا چاہتے ہیں جبکہ انہیں اس کا انکار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اور رسولؐ کے بعد ائمہ اہل بیتؑ ہی اولی الامر ہیں لہذا ان کی طاعت واجب ہے اور جو وہ حکم دیں اس کو بجالانا فرض ہے:

(۱) النحل: ۳۶ (۲) النساء: ۶۰

"فهم ساسة العباد و أركان البلاد و هم حجج الله على أهل الدنيا"

وہ بندوں کے سربراہ اور شہروں کے ارکان اور وہ دنیا والوں پر خدا کی حجتیں ہیں۔

توحید میں طاعت

ہم ہر طریقہ سے اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ طاعت صرف خدا سے مخصوص ہے اور اس کے اذن وحکم کے بغیر کسی کی اطاعت نہیں کی جاسکتی۔ رسولؐ اور ان کے اہل بیتؑ کی طاعت درحقیقت خدا ہی کی طاعت ہے۔

"من أطاعكم فقد أطاع الله و من عصاكم فقد عصى الله"

جس نے آپ کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے آپ کی نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی۔

تسلیم

طاعت کے مصداق میں سے ایک تسلیم ہے، یعنی مکمل طور پر خود کو سپرد کر دینا، کسی بات کا انکار نہ کرنا اور کسی بات پر اعتراض نہ کرنا۔ اور تسلیم کا بلندترین مرتبہ دلوں کا جھکنا ہے۔

"مسلم فيه معكم و قلبي لكم مسلم و رايي لكم تبع" سر تسلیم کرنے والا ہوں میرا دل آپ کے لئے جھکا ہوا ہے اور میری رائے آپ کی تابع ہے۔

"سلم لمن سالمكم و حرب لمن حاربكم"

میں اس سے صلح کروں گا جس سے آپ کی صلح ہے اور اس سے جنگ کروں گا جس

سے آپ کی جنگ ہوگی۔ صلح و جنگ تولا و تبرا کے دو رخ ہیں، صرف تولا کرنا صاحبان امر کے سامنے تسلیم ہونا نہیں ہے بلکہ اس کے دو پہلو ہیں اور وہ یہ ہیں: میں اس سے صلح کروں گا جس سے آپ کی صلح ہوگی اور اس کا تعلق صرف آپ ہی سے نہیں ہے اور اس سے جنگ کروں گا جس سے آپ کی جنگ ہوگی۔

یہ جملہ تولا اور تبرا کا بہت ہی نازک و دقیق مفہوم ہے۔

"سلم لمن سالمکم و حرب لمن حاربکم"

ولاء و برائت کا دقیق جملہ صلح اور جنگ کے بارے میں معاشرہ کے سامنے ایک نیا سیاسی نقشہ پیش کرتا ہے، حرب یعنی جدائی اور بیزاری، اس کو جنگ نہیں کہہ سکتے کیونکہ افتراق و بیزاری اور قتال میں فرق ہے۔

کیونکہ ہمارا اجتماعی لگاؤ سیاسی و مادی مصلحتوں کی بنا پر وجود میں نہیں آسکتا وہ تو بس تولا و تبراء سے منظم ہو سکتا ہے، کبھی ہم اپنے خاندان اور ہمسایوں سے قطع تعلق کر لیتے ہیں اور ان لوگوں سے اتصال و روابط رکھتے ہیں جو کہ زمان و مکان کے اعتبار سے بہت دور ہیں۔

زیارت عاشورہ میں آیا ہے:

"إنّي سلم لمن سالمکم و حرب لمن حاربکم و وليّ لمن والاکم و عدو لمن عاداکم"

میں اس سے صلح کروں گا جس سے آپ صلح کریں گے اور اس سے جنگ کروں گا جس سے آپ کی جنگ ہوگی میں اس سے دوستی کروں گا جو آپ کا دوست ہوگا اور اس سے دشمنی کروں گا جو آپ کا دشمن ہوگا۔

عمار کی سند سے علیؑ کے بارے میں رسولؐ کا یہ قول نقل ہوا ہے:

"إنه مني و أنا منه... حربه حربي و سلمه سلمي و سلمي سلم اللّٰه"

وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں... اس کی جنگ میری جنگ ہے، اس کی صلح میری صلح ہے اور میری صلح خدا کی صلح ہے۔

ترمذی نے اپنی صحیح میں زید بن ارقم سے روایت کی ہے: رسولؐ نے علیؑ، فاطمہؑ، حسن وحسینؑ سے فرمایا:

"أنا حرب لمن حاربتم و سلم لمن سالمتمُ"۔(۱)

میں اس سے جنگ کروں گا جس سے تمہاری جنگ ہوگی اور اس سے صلح کروں گا جس سے تمہاری صلح ہوگی۔

ابن ماجہ نے اپنی سنن میں روایت کی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا:

"أنا سلم لمن سالمکم و حرب لمن حاربتم "۔(۲)

میں اس سے صلح کروں گا جس سے تمہاری صلح ہوگی اور میں اس سے جنگ کروں گا جس سے تمہاری جنگ ہوگی۔

اسی کو حاکم نے مستدرک الصحیحین میں اور ابن اثیر جزری نے اسد الغابہ میں نقل کیا ہے۔(۳)

متقی نے کنز العمال میں (۴) نقل کیا ہے۔

سیوطی نے در منثور میں آیۂ تطہیر- سورۂ احزاب- کی تفسیر میں اور ہیثمی نے مجمع

---

(۱) صحیح ترمذی: کتاب المناقب باب ۱۶ر فضل فاطمہ بنت محمد: ج ۲ص ۳۱۹ طبع ۱۳۹۲ (۲) سنن ابن ماجہ مقدمہ باب ۱۱ ص ۱۳۵ (۳) مستدرک حاکم نیشاپوری: ج ۳ص ۱۴۹ر کتاب معرفۃ الصحابہ، مبغض اہل البیت یدخل النار ولو صام وصلی. اہل بیت سے دشمنی رکھنے والا جہنم میں جائے گا خواہ اس نے روزہ رکھا ہو اور نماز پڑھی ہو (۴) [illegible]

الزوائد میں اس کو نقل کیا ہے۔(۱)

یہ جنگ وصلح، یا قطع تعلقی اور رسم وراہ باقی رکھنے میں اتحاد کے معنی ہیں کیونکہ اہل بیتؑ کی جنگ درحقیقت رسولؐ کی جنگ ہے اور ان کی صلح رسولؐ کی صلح ہے اور رسولؐ کی جنگ وصلح خدا کی جنگ اور صلح ہے اسی طرح تولا اور تبرا کے تمام مفردات توحید کے تحت آتے ہیں۔

مدد اور انتقام

ولاء بہت سخت مسئلہ ہے، صلح میں، ناچاقی میں، کشائش وتنگی میں ساتھ رہنا بہت دشوار ہے اگر صرف کشائش میں ہوتا تو ولاء کا مسئلہ آسان ہو جاتا اور پھر اس سخت ولاء کا اقتضا مدد کرنا اور انتقام لینا بھی ہے اور اگر مدد نہ کی جائے تو ولاء ہی ختم ہو جائے گی خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ آوَوا وَ نَصَرُوا أُولٰئِكَ بَعْضُهُم أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ (۲)

اور جن لوگوں نے پناہ دی اور نصرت کی وہ ایک دوسرے کے سرپرست وولی ہیں۔

اسی طرح ولاء ایک حق ہے جو خون خواہی اور انتقام سے جدا نہیں ہوسکتا۔ بیشک جو ولاء اپنے حامل کو جنگ وقتل، قطع تعلقی، روابط اور نفع وضرر پر نہ ابھارے درحقیقت وہ ولاء نہیں ہے بلکہ وہ ولاء کی صورت ہے۔

زیارت عاشورہ میں ہم یہ تمنا کرتے ہیں اور خدا سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں پاک خونوں کا انتقام لینے والوں میں قرار دے جو کہ ظلم وستم سے کربلا میں بہائے گئے۔

(۱) مجمع الزوائد: ج۹ص ۱۶۹/مذکورہ حوالے فضائل الخمسہ من الصحاح الستہ/فیروز آبادی: ج۱ص ۳۹۶ تا ۳۹۹ سے نقل کئے گئے ہیں۔(۲) انفال:۷۲۔

"فأسأل الله الذی اکرم مقامك و اکرمني بك ان يرزقني طلب ثارك مع امام منصور من اهل بيت محمدؐ".

پس میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ جس نے آپ کے مرتبہ کو بلند کیا اور آپ کے ذریعہ مجھے عزت بخشی کہ وہ مجھے محمدؐ کے اہل بیتؑ میں امام منصور کے ساتھ آپ کے خون کا بدلہ لینے والا قرار دے۔

زیارت عاشورہ ہی میں ہے:

"واسأله أن يبلغني المقام المحمود لكم عند الله، و أن يرزقني طلب ثاركم مع إمام هدى ظاهر ناطق بالحقّ منكم"

میں اس سے سوال کرتا ہوں کہ وہ مجھے اس مقام محمود تک پہنچا دے جو خدا کے نزدیک آپ کا مقام ومرتبہ ہے اور مجھے آپ میں سے ہادی، ظاہر اور حق کے ساتھ بولنے والے امام کے ساتھ انتقام لینے والا قرار دے۔

اور زیارت جامعہ میں مکمل طور پر مدد کرنے کی طاقت کا اعلان کرتے ہیں، و نصرتي لكم معدّة، اور میری مدد آپ کے لئے تیار وحاضر ہے۔

محبت ومودت

یہ ولاء اہل بیت کی بنیاد ہے۔

اس سلسلہ میں قرآن مجید میں آیت نازل

سامنے پڑھی جاتی ہے۔

﴿قُل لا أسئَلُكم عَلَيهِ أجرًا إلّا المَوَدَّةَ فِي القُربىٰ﴾ (۱)

رسولؐ ان سے کہہ دیجئے کہ میں تم سے تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ تم میرے قرابتداروں سے محبت کرو۔

قرابتداروں سے مراد، بلا اختلاف رسولؐ کے اہل بیتؑ ہی ہیں۔

اس واجب محبت کی طرف زیارت جامعہ میں وارد نص بھی اشارہ کر رہی ہے:

"ولكم المودة الواجبة و الدرجات الرفيعة"

آپ کے لئے واجب محبت اور آپ کے لئے بلند درجات ہیں۔

طاعت اور محبت ہی ولاء کی روح یا اور اس کا جوہر ہیں، امام جعفر صادقؑ سے دریافت کیا گیا: کیا محبت دین کا جزء ہے؟ امامؑ نے فرمایا: کیا دین محبت کے علاوہ کچھ اور ہے، اگر انسان پتھر سے بھی محبت کرے گا تو خدا اس کو اسی کے ساتھ محشور کرے گا۔

جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ محبت کا تعلق مقولۂ توحید سے ہے۔

پس جو شخص خدا سے محبت کرتا ہے وہ رسولؐ سے بھی محبت کرتا ہے اور ان کے اہل بیتؑ سے بھی محبت کرتا ہے اور جو رسولؐ اور آپ کے اہل بیتؑ سے محبت کرتا ہے وہ خدا سے بھی محبت کرتا ہے۔

پہلے جملہ کے بارے میں رسولؐ سے منقول ہے:

(۱) سورہ شوریٰ آیت ۲۳ر دلائل الصدق ج ۲ ص ۱۲۰ تا ۱۲۶ طبع قاہرہ میں ہے کہ یہ آیت اہل بیت کی شان میں نازل ہوئی ہے، نیز الغدیر ج ۲ ص ۳۰۶ تا ۳۱۰ اور ج ۳ ص ۱۷۱ تہران۔

"أحبوني بحب الله و احبوا أهل بيتي بحبي"

خدا کی محبت کے سبب مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کے سبب میرے اہل بیتؑ سے محبت کرو۔

دوسرے جملہ کے بارے میں زیارت جامعہ میں وارد ہوا ہے:

"من أحبكم فقد أحب الله و من أبغضكم فقد أبغض الله" (۱)

جس نے آپ سے محبت کی درحقیقت اس نے خدا سے محبت کی اور جس نے آپ سے عداوت رکھی اس نے خدا سے عداوت کی۔

اسی طرح جو شخص خدا سے محبت کرتا ہے وہ مومنوں سے اس لئے محبت کرتا ہے کہ وہ خدا سے محبت کرتے ہیں اور جو مومنین سے محبت کرتا ہے وہ لامحالہ خدا سے محبت کرتا ہے۔

خدا کی محبت اس بات کا باعث ہوتی ہے کہ نفسِ انسان میں محبت کے درجات کو بلند وقوی کر دے، ضروری ہے کہ انسان کی حیات میں یہی محبت حاکم رہے تا کہ انسان خدا کے علاوہ اور راہ خدا کے علاوہ کسی سے محبت نہ کرے۔

پہلے نکتہ کے بارے میں خدا فرماتا ہے:

﴿قُل إن كانَ آباؤُكُم وَ أبناؤُكُم... أحَبَّ إلَيكُم مِنَ اللهِ وَ رَسُولِهِ وَ جِهادٍ فِي سَبِيلِهِ، فَتَرَبَّصُوا حَتّى يَأتِيَ اللهُ بِأمرِهِ، وَاللهُ لا يَهدِي القَومَ الفاسِقِينَ﴾ (۲)

اے رسولؐ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بیٹے تمہیں خدا و رسولؐ

(۱) یہ فقرہ زیارت جامعہ میں دو بار وارد ہوا ہے۔ (۲) توبہ: ۲۴۔

سے اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب و عزیز ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ خدا کا حکم آ جائے اور خدا بدکاروں کی ہدایت نہیں کرتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿وَ الَّذِینَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبّاً لِلَّهِ﴾ (۱)

اور جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ خدا سے محبت میں شدید ہیں۔

اور دعا میں وارد ہوا ہے:

"اللهم اجعل حبك أحب الأشياء إلي، و اجعل خشيتك أخوف الأشياء عندي، و اقطع عني حاجات الدنيا بالشوق الى لقائك"

اے اللہ! اپنی محبت کو میرے نزدیک تمام اشیاء کی محبت سے زیادہ کردے اور اپنی خشیت کو میرے نزدیک ہر چیز سے زیادہ خوفناک قرار دے اور اپنی ملاقات کے شوق کے ذریعہ دنیا کی حاجتوں کو مجھ سے برطرف کردے۔

دوسرے نکتہ کے بارے میں تو رسولؐ اور ان کے اہل بیت سے وارد ہونے والی بہت سی حدیثوں میں نص وارد ہوئی ہے۔ ان ہی میں سے وہ حدیث بھی ہے جس کو امام محمد باقرؑ نے رسولؐ سے نقل کیا ہے:

"ألا و احب فی اللّه و ابغض فی اللّه و أعطیٰ فی اللّه، و منع في الله، فهو من أصفياء اللّه المؤمنين عند الله، ألا و أن المؤمنين إذا تحابا فی اللّه عز و

(۱) بقرہ: ۱۶۵

جل، و تصافيا فی اللّه كانا كالجسد إذا اشتكی أحدهما من جسده موضعاً وجد الآخر ألم ذلك الموضع"

دیکھو! جس نے خدا کے لئے محبت کی اور جس نے خدا کے لئے دشمنی کی اور خدا کے لئے دیا اور خدا کے لئے منع کیا تو وہ خدا کے برگزیدہ و منتخب بندوں میں سے ہے۔ جو خدا کے نزدیک مومن ہیں اور دیکھو جب دو مومن خدا کے لئے محبت کرتے ہیں اور خدا کے لئے ایک دوسرے سے خلوص رکھتے ہیں تو وہ دونوں ایک بدن کی مانند ہو جاتے ہیں اگر دونوں میں سے کسی کے بدن میں کہیں تکلیف اور درد ہوتا ہے تو دوسرا اپنے بدن میں اسی جگہ درد محسوس کرتا ہے۔

محبت کی دو قسمیں ہیں، ایک سادہ اور ہلکی پھلکی محبت اور دوسری سوچ و سمجھ کر محبت کرنا یہ خدا کی محبت کے تحت ہوتی ہے، پہلی محبت کا تاریخ میں کوئی وقار نہیں اور نہ ہی انسان کی زندگی اور اس کی سرنوشت میں اس کا کوئی اثر ہوتا ہے کیونکہ وہ ایک قسم کی خواہش ہوتی ہے جو انسان کے اندر پیدا ہو جاتی ہے، ہاں وہ محبت جو خدا کی محبت کے تحت ہوتی ہے یہ وہی محبت ہے جس کو مودت اہل بیت کے ذیل میں بیان کر چکے ہیں ان کی محبت دوسری ہی چیز ہے وہ سادہ محبت نہیں ہے، یہ ایسی محبت نہیں ہے جس کا انسان اپنی زندگی میں تجربہ کرتا ہے یہ وہ محبت ہے جو خدا کی محبت کے تحت ہوتی ہے، اس محبت کی علامتیں اور خصلتیں مشہور اور نمایاں ہیں۔

اس محبت کی پہلی خصلت یہ ہے کہ یہ تبریٰ سے جدا نہیں ہوتی ہے ہر محبت کے ساتھ کچھ عداوت و بغض بھی ہوتا ہے اور ہر خوشی کے ساتھ ناراضگی و غضب بھی ہوتا ہے اور ہر تولا کے ساتھ تبریٰ ہوتا ہے اور جو محبت عداوت و بغض کے ساتھ جمع ہوتی ہے وہ سادہ اور ہلکی پھلکی محبت ہے۔

ایک شخص امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: میں آپ سے بھی محبت کرتا ہوں اور آپ کے مخالف و مد مقابل سے بھی محبت کرتا ہوں آپ نے فرمایا [illegible]

میں تم کانے ہو (تمہیں آدھا نظر آتا ہے) یا تم اندھے ہو یا دیکھتے ہو۔ زیارت میں وارد ہوا ہے "موال لکم ولأولیائکم و مبغض لأعدائکم و معاد لھم" میں آپ کا دوست ہوں اور آپ کے دوستوں کا دوست ہوں آپ کے دشمنوں سے نفرت کرتا ہوں اور ان کا دشمن ہوں۔

اس محبت کی دوسری خصلت: یہ محبت لوگوں کی محبت کے تحت ہوتی ہے بالکل ایسے ہی جیسے پہلی محبت خدا کی محبت کے تحت ہوتی ہے کیونکہ راہ خدا میں محبت کرنے کا دائرہ وسیع ہوتا ہے اس میں خود اہل بیتؑ سے بھی محبت ہوتی ہے اور ان کے دوستوں سے بھی محبت ہوتی ہے۔ "موال لکم ولأولیائکم" یہ ممکن نہیں ہے کہ انسان کسی سے خدا کے لئے محبت کرے اور اس سے محبت نہ کرے کہ جس سے محبوب خدا کے لئے محبت کرتا ہے۔

اس محبت کی تیسری خصلت: یہ جنگ وصلح کے موقعہ پر عملی صورت اختیار کر لیتی ہے،
"سلم لمن سالمکم و حرب لمن حاربکم"

چوتھی خصلت: محبت خدا کے لئے ہوتی ہے اور عداوت بھی خدا کے لئے ہوتی ہے، یہ دونوں اجتماعی لگاؤ کا کامل نقشہ کھینچتے ہیں۔

اثبات وابطال

اہل بیتؑ سے محبت کرنے میں یہ واجب ہے کہ ہم ان کی ثقافت اور ان کے معارف سے دفاع کریں، جس کا انہوں نے اثبات کیا ہے اس کا ہمیں اثبات کرنا چاہئے اور جس کا انہوں نے ابطال کیا ہے ہمیں اس کا ابطال کرنا چاہئے کیونکہ تاریخ اہل بیتؑ میں ثقافتی اور علمی روایتوں پر دشمنوں نے ہر چیز سے زیادہ حملے کئے ہیں چنانچہ فقہائے اہل بیتؑ اور ان کے کتب

کے علماء نے ان کے معارف وثقافت، ان کی فقہ اور ان کی اسلام شناسی سے دفاع کیا ہے۔

اس دائرہ میں اثبات وابطال بھی ہے جو کہ جہاد و جنگ اور صلح و قطع تعلق کے میدان میں ہوتا ہے، زیارت جامعہ میں آیا ہے:

"سلم لمن سالمکم و حرب لمن حاربکم، محقق لما حققتم، مبطل ما أبطلتم".

جس سے آپ کی صلح ہوگی میں اس سے صلح کروں گا اور جس سے آپ کی قطع تعلق ہوگی میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ جو آپ نے ثابت کیا ہے میں اسی کو ثابت کروں گا اور جس کو آپ نے باطل قرار دیا ہے میں اس کو باطل قرار دونگا۔

میراث وانتظار

کوئی زمانہ ایسا نہیں تھا جس میں ولاء نہ رہی ہو اور یہ مستقبل میں بھی رہے گی، تاریخ کے آغاز سے، حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ سے لے کر، تاریخ کی انتہاء تک ولاء رہے گی یہاں تک کہ آل محمدؐ میں سے حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ظہور فرمائیں گے اور زمین کو عدل وانصاف سے پر کریں گے اور زمین کو ظالموں کے تسلط سے آزاد کرا لیں گے تا کہ خدا کا وہ وعدہ پورا ہو جائے جو اس نے توریت وزبور میں کیا ہے۔

﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ﴾ (۱)

(۱) انبیاء: ۱۰۵

ہم نے توریت کے بعد زبور میں یہ لکھ دیا ہے کہ زمین خدا کی ہے ہم اس کو اپنے نیک بندوں کو عطا کریں گے۔

یہ توریت و زبور میں خدا کا وعدہ ہے اور تاریخ میں ہے کہ اہل بیتؑ نے انبیاء اور صالحین سے میراث پائی ہے، ان سے نماز و ذکر، زکواۃ، حج اور خدا کی طرف بلانے کی میراث پائی ہے۔

زیارت امام حسینؑ (زیارت وارث) میں اس علمی و ثقافتی اور جہادی میراث کو امام حسینؑ سے مخصوص کیا گیا ہے جو کہ آپ کو انبیاء سے ملی ہے، یہ زیارت تہذیبی اور علمی مفاہیم کی حامل ہے۔

"السلام علیك یا وارث آدم صفوة الله، السلام علیك یا وارث نوح نبي الله، السلام علیك یا وارث إبراهیم خلیل الله، السلام علیك یا وارث موسیٰ کلیم الله، السلام علیك یا وارث عیسیٰ روح الله..."

اے آدم کے وارث آپ پر سلام، اے نبی خدا نوح کے وارث آپ پر سلام، اے خلیلِ خدا ابراہیم کے وارث آپ پر سلام، اے کلیمِ خدا موسیٰ کے وارث آپ پر سلام اے روحِ خدا عیسیٰ کے وارث آپ پر سلام...

یہ میراث طول تاریخ میں آدم و نوح سے لے کر رسولؐ خدا اور علی مرتضیٰ تک جاری رہی۔

امام حسینؑ نے کربلا میں روز عاشورہ اس علمی، ثقافتی، تہذیبی اور جہادی میراث کو مجسم کر دیا، ولایت کی تاریخ بہت عمیق ہے، تاریخ میں اس کی جڑیں گہری ہیں، اہل بیتؑ نے انبیاء سے نیک و طویل راستہ میراث میں پایا ہے اور ہم نے ان سے ان کی میراث پائی ہے۔

ہم نے ان سے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نیکیوں کی ہدایت کرنا، برائیوں سے روکنا، جہاد، خدا کی طرف بلانا، اور ان سے ذکر و اخلاص اور توحید کے تمام اقدار کی میراث پائی ہے، چنانچہ ہم خدا کے اس قول ﴿فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِم خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلَاةَ﴾ پس ان کے بعد وہ لوگ جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا، ہم نماز کی حفاظت کرتے ہیں اور اسے قائم کرتے ہیں، لوگوں کو اس کی طرف بلاتے ہیں، بالکل اس طرح جیسا کہ پہلے ہمارے بزرگوں نے حفاظت کی ہے، انشاء اللہ ہم ان لوگوں میں قرار پائیں جو خدا کے اس قول پر عمل کرتے ہیں: ﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ اپنے خاندان والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی ادا کرتے رہو۔ چنانچہ ہم اپنے معاشرہ اور اپنے خاندان میں خدا کی اس عظیم میراث کی حفاظت کرتے ہیں کہ جس کو ہم نے اپنے بزرگوں سے نسلاً بعد نسل میراث میں پایا ہے۔

یہ ہے طول تاریخ میں ولاء کا سلسلہ اور زمانہ آئندہ میں ولایت کا سلسلہ ہے، جس کے لئے ہم آل محمدؐ میں سے امام مہدیؑ کے ظہور کے منتظر ہیں اور ان کے ظہور کے ساتھ کشائش و کامیابی کے منتظر ہیں اور اس عالمی انقلاب کے منتظر ہیں جس کی خدا نے ہمیں اپنی کتاب میں اور اس سے پہلے توریت و زبور میں خبر دی ہے۔

﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ﴾

ہم نے توریت کے بعد زبور میں یہ لکھ دیا ہے کہ زمین کی میراث صالح بندے پائیں گے۔

انتظار کے معنی منفی و سلبی نہیں ہیں جیسا کہ لوگ چاند و سورج گہن لگنے کا انتظار کرتے ہیں بلکہ انتظار کے معنی مثبت ہیں جیسا کہ انتظار سے متعلق [illegible]

سیاسی، ثقافتی اور عملی تیاری تا کہ ظہور مہدی اور روئے زمین پر آنے والے عظیم انقلاب کے لئے راہ ہموار کریں۔

انتظار کے معنی اس مثبت مفہوم کے لحاظ سے، نیک باتوں کا حکم دینا، بری باتوں سے روکنا، خدا کی طرف بلانا، ظالموں سے جہاد کرنا، کلمۃ اللہ کو بلند کرنا اور روئے زمین پر خدائی تہذیب و ثقافت کو نشر کرنا، نماز قائم کرنا اور بہت سی چیزیں ہیں جو کائنات میں آنے والے انقلاب کی راہ ہموار کرتی ہیں۔

یہ ہے ولاء کا مستقبل اسی کی طرف زیارت جامعہ میں اشارہ کیا گیا ہے، منتظر ''لأمرکم مرتقب لدولتکم... حتی یحیی اللّٰہ تعالیٰ دینہ بکم، و یردّکم فی أیامہ، و یظہرکم لعدلہ، و یمکنکم فی أرضہ''۔

آپ کے امر کا منتظر ہوں، آپ کی حکومت کی طرف آنکھ لگائے ہوئے ہوں... یہاں تک کہ خدا آپ کے ذریعہ اپنے دین کو زندہ کردے اور آپ کو اپنے زمانہ میں واپس لائے اور اپنے عدل کے لئے آپ کو غالب کردے اور اپنی زمین پر آپ کو قدرت عطا کردے۔

آخری لفظ سورہ قصص کی ابتدائی آیتوں کی طرف اشارہ ہے:

﴿وَ نُرِیدُ أنْ نَمُنَّ عَلَی الَّذِینَ اسْتُضْعِفُوا فِی الأرضِ وَ نَجعَلَهُم أئِمَّةً، وَ نَجعَلَهُمُ الوَارِثِینَ، وَ نُمَکِّنَ لَهُم فِی الأرضِ﴾

ہم چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر احسان کریں جن کو زمین پر کمزور کردیا گیا ہے اور انہیں امام بنائیں اور انہیں وارث قرار دیں اور زمین پر انہیں قدرت عطا کردیں۔

اور یہ انتظار، عمل، جد و جہد، صبر و مقاومت، تعمیر، دین خدا کے لئے زمین ہموار کرنے کی کوشش، روئے زمین پر حکومت خدا کے قائم کرنے کے لئے لوگوں کو حاضر کرنے کی

صورت میں ظاہر ہوتا ہے نیز:

لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دیں، نیک باتوں کا حکم دیں، بری باتوں سے روکیں، باطل سے جنگ کریں اور کفر کے سرغناؤں سے جہاد کریں۔

اب ہم آپ کے سامنے دعائے ندبہ کے کچھ جملے پیش کرتے ہیں، جس کو پڑھ کر مومنینؑ اپنے امامؑ کے فراق اور ان کی کشائش کے انتظار میں آہ وزاری کرتے ہیں۔

"أین بقیة اللّٰه التی لا تخلو من العترة الهادیة؟

کہاں ہے وہ بقیۃ اللہ جس سے ہدایت کرنے والی عترت رسولؐ سے دنیا خالی نہیں ہو سکتی۔

أین المعدّ لقطع دابر الظلمة؟

کہاں ہے وہ جس کو ظلم کی جڑ کاٹنے کے لئے مہیا کیا گیا ہے۔

أین المنتظر لاقامة الامت و العوج؟ این المرتجیٰ لازالة الحور و العدوان؟

کہاں ہے وہ جس کا انتظار کجی نکالنے اور انحراف کو درست کرنے کے لئے کیا جارہا ہے۔ کہاں ہے وہ جس سے ظلم و جور کو دفع کرنے کی امیدیں کی جارہی ہیں۔

أین المدخر لتجدید الفرائض و السنن؟

کہاں ہے وہ جس کو فرائض و سنن کی تجدید کے لئے ذخیرہ کیا گیا ہے۔

أین المتخذ(۱) لإعادة الملّة و الشریعة؟

کہاں ہے وہ جس کو مذہب و شریعت کو لوٹانے کے لئے منتخب کیا گیا ہے۔

(۱) اکثر نسخوں میں (أین المتخیّر) آیا ہے۔

أين المؤمّل لأحياء الكتاب و حدوده؟

کہاں ہے وہ کہ جس سے کتاب خدا اور اس کے حدود کو زندہ کرنے کی امید ہے۔

أين محيي معالم الدين و أهله؟

کہاں ہے دین اور دینداروں کو زندگی دینے والا۔

أين قاصم شوكة المعتدين؟

کہاں ہے ستمگاروں کی کمر توڑنے والا۔

أين هادم أبنية الشرك و النفاق؟

کہاں ہے شرک ونفاق کی بنیادیں اکھاڑنے والا۔

أين مبيد أهل الفسوق و العصيان و الطغيان؟

کہاں ہے فاسق وعاصی اور سرکشوں کو ہلاک کرنے والا۔

أين قاطع حبائل الكذب و الإفتراء؟

کہاں ہے جھوٹ وافتراء کی رسیوں کو کاٹنے والا۔

أين مبيد العتاة و المردة، و مستأصل أهل الفساد و التّضليل و الإلحاد؟

کہاں ہے اختلاف کی شاخیں تراشنے والا، کہاں ہے انحراف وخواہشات کے آثار کو مٹانے والا، ، کہاں ہے سرکشوں اور باغیوں کو ہلاک کرنے والا، کہاں ہے عناد والحاد وگمراہی کے سرغناؤں کو جڑ سے اکھاڑنے والا۔

أين معزّ الأولياء و مذلّ الأعداء؟

کہاں ہے دوستوں کو عزت دینے والا اور دشمنوں کو ذلیل کرنے والا۔

أين جامع الكلمة علىٰ التقوىٰ؟

کہاں ہے سب کو تقوے پر جمع کرنے والا۔

أين باب الله الذي منه يؤتىٰ؟

کہاں ہے وہ باب خدا کہ جس سے اس کی بارگاہ میں حاضر ہوا جاتا ہے۔

أين صاحب يوم الفتح و ناشر راية الهدىٰ؟

کہاں ہے چہرۂ خدا کہ جس کی طرف دوست رخ کرتے ہیں، کہاں ہے وہ سبب جو زمین وآسمان کا اتصال قائم کرتا ہے، کہاں ہے وہ جو روز فتح کا مالک اور پرچم ہدایت کا لہرانے والا۔

أين مؤلف شمل الصلاح و الرضا؟

کہاں ہے وہ جو نیکی ورضا کے منتشر اجزا کو جمع کرنے والا ہے۔

أين الطالب بذحول الأنبياء و أبناء الأنبياء؟

کہاں ہے انبیاء اور اولاد انبیاء کے خون کا بدلہ لینے والا۔

أين الطالب بدم المقتول بكربلا ؟

کہاں ہے شہید کربلا کے خون کا مطالبہ کرنے والا۔

أين المنصور علىٰ من اعتدى عليه و افترىٰ؟

کہاں ہے وہ کہ جس کی ہر ظالم اور افترا پرداز کے مقابلہ میں مدد کی جائے گی۔

أين المضطر الذي يجاب اذا دعىٰ؟

کہاں ہے وہ مضطر کہ جس کی دعا مستجاب ہے خواہ جب بھی کرے۔

أين صدر الخلائق ذو البرّ و التقوىٰ؟

کہاں ہے ساری مخلوقات کا سربراہ، صاحب صلاح وتقویٰ۔

أين ابن النبيّ المصطفىٰ و ابن عليّ المرتضىٰ و ابن خديجة الغرّاء و ابن

فاطمة الکبریٰ؟

کہاں ہے فرزند رسول مصطفیٰؐ، پسر علی مرتضیٰؑ، نور نظر خدیجہؑ اور لخت جگر فاطمہؑ۔(۱)

انتظار، آہ وزاری، نالہ و شیون اور امر بالمعروف، نہی عن المنکر، اور امام مہدیؑ کے ظہور و قیام اور آپ کی کشائش کے لئے زمین ہموار کرنے کے لئے ظالموں سے جہاد کی نہایت کوشش کے ساتھ ملا ہوا ہے۔

یہ بین اور آہ وزاری مومنین کے دلوں کو کام و کوشش، قیام و انقلاب، ثابت قدمی و مقاومت، محاذ لینے، جہاد کرنے، اسلام کی طرف بلانے، بنانے بگاڑنے اور امام زمانہ کے ظہور اور آپ کی آفاقی حکومت کے قیام و تشکیل کے لئے زمین ہموار کرتی ہے کہ جس کا خدا نے اپنی کتاب میں وعدہ کیا ہے:

﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ...﴾

اس میں شک نہیں ہے کہ امام مہدیؑ کا ظہور اس نسل کے گزر جانے کے بعد ہوگا جو آپ کے ظہور و قیام کے لئے زمین ہموار کرے گی کیونکہ اس سلسلہ میں اسلامی نصوص تواتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں، یہی وہ نسل ہے کہ امام مہدی کے ظہور و قیام کے لئے زمین ہموار کرے گی، اس صورت میں انتظار کے یہ معنی ہوں گے کہ امر بالمعروف، کوشش و عمل میں جلدی اور تیزی کے ساتھ زمین ہموار کی جائے۔

جیسا کہ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں، ولاء میراث اور انتظار ہی ہے، میراث ہمیں انبیاء و صالحین کے راستہ پر چلنے کی ترغیب کرتی ہے اور انتظار ہمیں امید کی اس درخشاں کرن کو کھولنے پر ابھارتی ہے کہ جس کو خدا ہمارے لئے مستقبل میں کھولے گا۔

(۱) دعائے ندبہ

لیکن اس امید کے لئے واجب ہے کہ وہ ہمیشہ کوشش و جانفشانی اور تگ و دو سے متصل ہو، یہاں تک کہ خدا کے اذن سے یہ وعدہ پورا ہو جائے، انتظار و امید علامات کا نام نہیں ہے۔

زیارت

زیارت ولاء کا مظہر اور اس کے آثار میں سے ہے:

زیارت ایک واضح حالت ہے جو ہماری اہل بیتؑ سے محبت کے لئے مشہور ہے، ہم اس کی پابندی کرتے ہیں، اس کی طرف دعوت دیتے ہیں، ولاء کے دائرہ میں زیارت کی ایک تہذیب و ثقافت ہے، اس کے کچھ آداب ہیں، کچھ نصوص ہیں جن کی تلاوت کرتے ہیں یہ ولاء کے ثقافتی افکار و مفاہیم سے معمور ہیں اور زندگی میں اس کا ایک اثر ہے۔

زیارت کی غرض، تاریخ میں صالح و ہدایت سے مالا مال راستہ کے ذریعہ عضوی و ثقافتی استحکام ہے۔ ہم اس کارواں کا جز ہیں جو توحید، اخلاص، تقویٰ، نماز، جہاد، زکواۃ، امر بالمعروف، ذکر، شکر اور صبر و قوت کے اقدار سے مالا مال ہے۔ ہم اس مبارک راستہ یا قافلہ کا جز لا یتجزا ہیں کہ جس کا سلسلہ تاریخ میں اہل بیتؑ سے لیکر انبیاء کی تحریک تک پھیلا ہوا ہے، آدم سے نوح و ابراہیم اور موسیٰ و عیسیٰ وغیرہ تک ہے، ہم اس راستہ کا جز ہیں اور اس تاریخی جنگ و کشمکش کا جز ہیں جو اس کے راستہ کے ہر مرحلہ میں اسلام و جاہلیت اور توحید و شرک کے درمیان ہوتی رہی ہیں، ہم اس شجر طیبہ کا جز ہیں کہ جس کی جڑیں تاریخ کی گہرائیوں میں اتری ہوئی ہیں۔

ہم اس شجر کی شاخیں ہیں، اس درخت سے ہمیں نسبت ہے، اس کی ہمیں حفاظت کرنا چاہئے:

﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلاً كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ

فَرعُهَا فِي السَّمَاءِ﴾

کیا تم نے غور نہیں کیا کہ خدا نے پاک کلمہ کی مثال پاک درخت سے دی ہے، اس کی جڑ ثابت و محکم ہے اور اس کی شاخیں آسمانوں میں ہیں۔

اس درخت سے ہمارا رشتہ ہے، اس کے بارے میں ہمیں اپنے ضمیر و وجدان اور عقل و دل میں غور کرنا چاہئے اور جب ہمیں اس شجر طیبہ اور تاریخ کے اس مبارک خاندان سے نسبت کا گہرا احساس ہوگا تو اسی تناسب سے چیلنج کے مقابلہ میں ہماری قوت، صبر و صلابت زیادہ ہوگی اور خوفناک راستوں اور لغزشگاہوں جو راہ زندگی میں ہمارے سامنے آتی ہیں، ان کے خلاف ہمارے اندر ثبات و استقلال میں اضافہ ہوتا ہے۔

زیارت اس استحکام کا اہم عامل ہے

زیارت سے ایک قوی پر شفقت فضا پیدا ہوتی ہے جس میں اس مبارک خاندان اور تاریخ کے اس صالح راستہ سے تہذیبی، ثقافتی اور تحرک کی نسبت کی تاکید کی گئی ہے۔

رسولؐ خدا، امیر المومنینؑ، فاطمہ زہراؑ، حسنؑ و حسینؑ، تمام اہل بیتؑ، انبیاء، اولیاء خدا اور صالح مومنین کے لئے جو زیارتیں اہل بیتؑ سے نقل ہوئی ہیں وہ اس تہذیبی اور ثقافتی میراث سے معمور ہیں اور اس راستہ پر چلنے اور اس مبارک خاندان سے نسبت اور ان کے دشمنوں اور ان سے جنگ کرنے والوں سے اعلان برأت کے مفہوم سے بھری ہوئی ہیں۔

میں نے اپنی کتاب "الدعا عند اهل البيتؑ" کی آخری فصل میں زیارت کے بارے میں ایک تحقیق پیش کی ہے، لہٰذا ہم نے جو بات وہاں بیان کی ہے اسی پر اکتفاء کرتے ہیں یہاں اس کی تکرار نہیں کریں گے۔

(۵)

مکتب اہل بیتؑ سے منسوب ہونے کے طریقے

اب ہم اس بحث کے آخری نقطہ کو بیان کرتے ہیں اور یہ ولاء و برائت اور اس کے حصول کے طریقوں کی بلندی ہے۔

بیشک ولاء و میراث -تولی و تبری- انسان کے لئے معراج ہیں، تولی و تبری کے ذریعہ انسان خدا تک پہنچ جاتا ہے اور اس کی رضا حاصل کر لیتا ہے۔

تولا و تبری کے بغیر انسان خدا کا تقرب اور اس کی رضا حاصل نہیں کر سکتا۔

ذیل میں ہم تولی و تبری کی بلندی کے بارے میں ائمہ اہل بیتؑ سے وارد ہونے والی بعض حدیثوں کا ذکر کر رہے ہیں۔

دنیا و آخرت میں محمدؐ و آل محمدؐ کے ہمراہ

عبداللہ بن ولید سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: مروان کے زمانہ میں ہم امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے دریافت کیا: آپ لوگ کون ہیں؟ ہم نے کہا: اہل کوفہ ہیں، آپ نے فرمایا: اہل کوفہ ہمیں سب سے زیادہ دوست رکھتے ہیں خصوصاً یہ گروہ، بیشک خدا نے تمہاری اس چیز کی طرف راہنمائی کی ہے جس سے لوگ جاہل ہیں، تم نے ہم سے دوستی کی جبکہ دوسروں نے ہم سے عداوت کی، تم نے ہمارا اتباع کیا اور لوگوں نے [illegible]

کی، تم نے ہماری تصدیق کی، لوگوں نے ہمیں جھٹلایا، خدا تمہیں اس طرح زندہ رکھے جس طرح ہمیں زندہ رکھتا ہے اور اس طرح موت دے جس طرح ہمیں موت دیتا ہے، میں شاہد ہوں میرے باپ کہتے تھے۔ تم میں سے کسی شخص اور اس چیز کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہے کہ جس کے ذریعہ آنکھ ٹھنڈی ہوتی ہے یا جس پر غبطہ کیا جاتا ہے مگر یہ کہ اس کا نفس یہاں تک پہنچ جاتا ہے۔ اور آپ نے اپنے ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ فرمایا:

خداوند عالم نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا:

"وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلاً مِنۡ قَبۡلِكَ وَ جَعَلۡنَا لَهُمۡ اَزۡوَاجاً وَ ذُرِّيَّةً"

و نحن ذرية رسول الله۔(۱)

''اور ہم نے آپ سے پہلے بھی رسول بھیجے ہیں ان کے لئے بھی ہم نے بیویاں اور ذریت قرار دی تھی'' اور ہم رسول کی ذریت ہیں۔

زیارت معروفۂ عاشورہ میں ہے:

"واحينا محيا محمد و آل محمد و امتنا ممات محمد و آل محمد"

ہمیں محمد و آل محمد کی حیات عطا فرما اور ہمیں محمد و آل محمد کی موت دے۔

خدا ان پر کرم کرتا ہے

رسول اللہ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

---

(۱) بحار الانوار: ج ۶۵ ص ۲۰۔۲۱ ح ۳۴

"يقول الله عزّ و جلّ لشيعتي و شيعة أهل بيتي يوم القيامة هلمّ يا عبادي إليّ لأنشر عليكم كرامتي، فقد أوذيتم في الدنيا"۔

روز قیامت خداوند عالم میرے اور میرے اہل بیتؑ کے شیعوں سے فرمائیگا، میرے بندو! میرے پاس جلدی آؤ تا کہ میں تمہیں اپنے کرم سے سرفراز کروں، یقیناً تمہیں دنیا میں اذیت دی گئی ہے۔(۱)

وہ ہم سے اور ہم رسولؐ سے تمسک رکھتے ہیں

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے والد فرمایا کرتے تھے:

"ان شيعتنا آخذون بحجزتنا، و نحن آخذون بحجزة نبينا، و نبينا آخذ بحجزة الله". (۲)

ہمارے شیعوں نے ہمارا دامن، ہم نے رسول کا دامن اور رسولؐ نے خدا کا دامن تھام رکھا ہے، مجلسی لکھتے ہیں:

"اخذت بحجز الرّحمان" کا مطلب یہ ہے کہ میں خدا سے وابستہ ہوں۔(۳)

امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

"اذا كان يوم القيامة أخذ رسول الله بحجزة ربه (اعتصم به) و أخذ عليّ عليه السلام بحجزة رسول اللّه، و أخذنا بحجزة عليّ، و أخذ شيعتنا بحجزتنا، فأين

---

(۱) بحار الانوار: ج ۶۵ ص ۱۹ ح ۲، عیون اخبار الرضا سے مختلف ہے، ج ۲ ص ۶۰

(۲) بحار الانوار: ج ۶۵ ص ۳۰ ح ۶۰ محاسن ۱۸۳ (۳) بحار الانوار: ج ۶۵ ص ۳۰

تردون یوردنا رسول اللّٰہ"

جب قیامت کا دن ہوگا تو رسولؐ، خدا سے لو لگائیں گے اور علیؑ رسولؐ کے دامن سے وابستہ ہوں گے اور ہم علیؑ کا دامن تھام لیں گے اور ہمارے شیعہ ہمارے دامن سے وابستہ ہوں گے پس دیکھنا کہ رسولؐ ہمیں کہاں پہنچائیں گے۔(۱)

علی بن الحسینؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ورع و اجتہاد کا زیادہ حقدار وہ ہے جو خدا کیلئے محبت کرتا ہے اور خدا کیلئے راضی ہوتا ہے اوصیاء اور ان کا اتباع کرنے والا ہے کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ اگر آسمان سے کوئی خوفناک چیز ظاہر ہو تو ہر گروہ اپنی پناہ کی طرف دوڑتا ہے اور تم ہماری طرف پناہ لیتے ہو اور ہم اپنے نبیؐ کی پناہ لیتے ہیں، ہم اپنے نبیؐ کے دامن کو تھام لیتے ہیں اور ہمارے شیعہ ہمارے دامن سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔

جو چیز خدا انہیں آخرت میں عطا کرے گا

جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ایک روز میں رسولؐ کی خدمت میں حاضر تھا آپ علی بن ابی طالبؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے ابو الحسنؑ! کیا میں تمہیں بشارت دوں؟ عرض کی: اے اللہ کے رسولؐ ضرور دیجئے، فرمایا: یہ جبرئیلؑ ہیں جو خدا کی طرف سے یہ خبر لائے ہیں کہ اس نے تمہارے شیعوں اور محبوں کو نو خصلتیں عطا کی ہیں:

۱۔ موت کے وقت، نرمی و شفقت

۲۔ وحشت و تنہائی میں، انس

(۱) بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۳۰ ح ۶۱/ محاسن ۱۸۳

۳۔ تاریکی میں نور

۴۔ خوف و خطر کے وقت امن

۵۔ اعمال تولتے وقت وافر حصہ

۶۔ صراط سے گزرنا

۷۔ تمام لوگوں سے پہلے جنت میں داخل ہونا

۸و۹۔ ان کے نور کا ان کے سامنے اور دائیں طرف چمکنا

علی بن ابی طالبؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

ہماری ولایت کے قائل لوگ روزِ قیامت اپنی قبروں سے اس حال میں اٹھیں گے کہ ان کے چہرے درخشاں ہوں گے، ان کی شرمگاہیں چھپی ہوئی ہوں گی، ان کے دل مطمئن ہوں گے، سختیاں ان سے برطرف کر دی جائیں گی، ان کے وارد ہونے کو آسان کر دیا جائیگا، لوگ خوف زدہ ہوں گے لیکن انہیں کوئی خوف نہیں ہوگا، لوگ رنجیدہ ہوں گے لیکن انہیں کوئی غم نہیں ہوگا۔(۱)

ابن عباس سے روایت ہیکہ انہوں نے کہا: میں نے رسولؐ سے خدا کے اس قول ﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ﴾ کے معنی دریافت کئے تو آپ نے فرمایا: جبرئیل نے کہا ہے کہ وہ علیؑ اور ان کے شیعہ ہیں وہی جنت کی طرف سبقت کرنے والے ہیں اور وہ خدا سے اس کرامت کے ذریعہ قریب ہوں گے جو خدا نے انہیں عطا کیا ہے۔(۲)

(۱) بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۱۵ ح ۱۷ (۲) بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۲۰ ح ۳۳

ہمارے ساتھ اور ہم میں سے

امام رضاؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: رسولؐ نے فرمایا: میں اور یہ یعنی علیؑ ان دو انگلیوں کی مانند ایک ساتھ ہوں گے اور اپنی دونوں انگلیوں کو متصل کر لیا، اور ہمارے شیعہ ہمارے ساتھ رہیں گے اور اس طرح وہ شخص بھی ہمارے ساتھ رہے گا جس نے کسی مظلوم کی مدد کی ہوگی۔(۱)

عمر بن یزید سے روایت ہے کہ اس نے کہا: امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں۔ اے یزید کے بیٹے! خدا کی قسم تم ہم اہل بیتؑ میں سے ہو، راوی کہتا ہے، قربان جاؤں! میں آل محمد میں سے ہوں؟ فرمایا: ہاں خدا کی قسم انہیں میں سے ہو۔ کیا تم نے خدا کا یہ قول نہیں پڑھا ہے:

﴿إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَ هٰذَا النَّبِيُّ﴾(۲) یا خدا کا یہ قول نہیں پڑھا ﴿فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي﴾۔(۳)

ابراہیم سے ملحق ہونے کے وہ لوگ زیادہ حقدار ہیں کہ جنہوں نے ان کا اور اس نبی کا اتباع کیا۔ پھر جس نے میرا اتباع کیا وہ مجھ سے ہے۔

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

ہمارے شیعہ ہمارا جز ہیں، انہیں وہی چیز غمگین کرتی ہے جو ہمیں رنجیدہ کرتی ہے اور انہیں اسی چیز سے مسرت ہوتی ہے جس سے ہمیں مسرت ہوتی ہے پھر اگر ان میں سے کوئی ہمیں چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ ان کے پاس جائے کیوں کہ وہ اس کے ذریعہ ہم سے وابستہ ہے۔(۴)

---

(۱) بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۱۹ / عیون اخبار الرضا: ج ۲ ص ۵۸ / امالی طوسی: ج ۱ ص ۷۰ (۲) آل عمران: ۶۸

(۳) ابراہیم: ۳۶ (۴) بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۲۴ / امالی طوسی: ج ۱ ص ۳۰۵

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: جس نے آل محمدؐ سے محبت کی اور ان کو اس طرح تمام لوگوں پر مقدم کیا جس طرح خدا نے انہیں رسولؐ کی قرابت کے سبب سب پر مقدم کیا ہے تو وہ آل محمدؐ سے ہے کہ اسے آل محمد سے نسبت ہے، وہ ان سے تولا رکھتا ہے اور ان کا اتباع کرتا ہے خداوند عالم نے اپنی کتاب میں اسی طرح حکم فرمایا ہے:

﴿وَ مَن يَتَوَلَّهُ مِنكُم فَإِنَّهُ مِنهُمْ﴾(۱)

فلاح وکامیابی

جابر بن یزید سے انہوں نے امام محمد باقرؑ سے اور آپؑ نے زوجۂ رسولؐ ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسولؐ سے سنا ہے: "إن علیاً و شیعته هم الفائزون" (۲) علی اور ان کے شیعہ کامیاب ہیں۔

تولیٰ وتبریٰ کے سبب شہیدوں میں شرکت

معتصم کے ماموں ریان بن شبیب سے صحیح حدیث میں آیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں پہلی محرم کو ابوالحسن امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے۔ ایک طویل حدیث کے بعد۔ مجھ سے فرمایا: اے شبیب کے بیٹے اگر تم کسی چیز پر رونا چاہو تو حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب پر روؤ کیونکہ انہیں بے دردی سے ذبح کیا گیا ہے اور ان کے اہل بیتؑ سے ایسے اٹھارہ مرد قتل ہوئے ہیں جن کی مثال روئے زمین پر نہیں ہے۔

---

(۱) بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۳۵ / تفسیر عیاشی: ج ۲ ص ۳۲ (۲) ارشاد: یہ روایت ہم پہلے سیوطی کی در منثور سے نقل کر چکے ہیں۔

اے شبیب کے بیٹے اگر تم جنت میں بنے ہوئے محل میں نبیؐ کے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو قاتلان حسینؑ پر لعنت کرو۔

اے شبیب کے بیٹے اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تم کو اس شخص کے برابر ثواب ملے جو امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے ہیں تو جب بھی تمہیں حسینؑ کی یاد آئے تو یہ کہنا: "**یا لیتنی کنت معهم فافوز فوزاً عظیماً**"۔

اے شبیب کے بیٹے اگر تم جنت کے بلند درجوں میں ہمارے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو ہمارے غم میں غم مناؤ اور ہماری خوشی میں خوشی مناؤ اور ہماری دوستی وولایت سے تمسک رکھو کیونکہ اگر کوئی شخص پتھر سے محبت کرے گا تو قیامت کے روز خدا اسے اسی کے ساتھ محشور کرے گا۔(۱)

یہ حدیث صحیح ہے، اس چیز پر انسان کو ٹھہر جانا چاہئے اور اگر اس حدیث کی سند صحیح بھی نہ ہو تو ہم اس کو ایک قسم کے مبالغہ پر حمل کریں گے جو کہ مرسل وضعیف حدیثوں میں عام طور پر پایا جاتا ہے۔

آپ کے سامنے ہم حدیث کا ایک عجیب فقرہ پھر پڑھتے ہیں:

"**یابن شبیب أن سرّك أن یكون لك من الثواب مثلها لمن استشهد مع الحسینؑ، فقل متیٰ ما ذكرته: (یا لیتني كنت معهم فأفوز فوزاً عظیماً)**"۔

اے شبیب کے بیٹے اگر تم اس شخص کے برابر ثواب حاصل کرنا چاہتے ہو کہ جو امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوا ہے تو جب تم انہیں یاد کرو تو یہ کہو: اے کاش میں ان کے ساتھ ہوتا اور عظیم کامیابی سے ہمکنار ہوتا۔

---

(۱) امالی صدوق: ص ۱۹۷ مجلس ۲۷

بیشک جب یہ آرزو سچی اور حقیقی ہوگی اور امام حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب کے فعل سے خوشی اور بنی امیہ اور ان کے طرف داروں سے ناراضگی کے ساتھ ہوگی تو سچی ہوگی اور راضی و ناراضگی کی تمنا کرنے والے کو، امام حسینؑ کے محبوں میں قرار دے گی اور اسے ان لوگوں کے ثواب میں شریک قرار دے گی جو آپ کے ساتھ شہید ہوئے ہیں نتیجہ میں نیت خداوند کے نزدیک عمل میں بدل جائیگی اور جب نیت صحیح اور عزم محکم ہوگا تو خدا کے نزدیک قیامت کے دن یہی نیت عمل سے ملحق ہو جائیگی، یہ نیت وعمل کے درمیان لگاؤ میں عجیب ترین انقلاب ہے اور نیت کے عمل سے بدل جانے میں اجر وثواب ہے، اور یہ ایک قانون ونظام ہے، بالکل ایسے ہی جیسے مادہ طاقت میں بدل جائے فزکس میں اس کا نظام وقانون ہے، یہ ایجاب وسلب اور اثبات ونفی میں عجب قانون ہے ایسے ہی اجر وثواب میں ہے۔

جس طرح نیک عمل کی نیت صاحب نیت کو صالحین کے ثواب میں شریک کر دیتی ہے، اسی طرح ظلم کرنے کی نیت یا ظالم کے عمل سے خوش ہونا انسان کو عذاب وظلم میں شریک کر دیتا ہے۔

محمد بن الارقط کہتے ہیں: میں مدینہ میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے فرمایا:

کیا تم کوفہ سے آئے ہو؟ عرض کی: ہاں!

فرمایا: تم حسینؑ کے قاتلوں کو دیکھتے ہو گے۔

میں نے عرض کیا: میں قربان، ان میں سے میں نے کسی کو نہیں دیکھا ہے۔

فرمایا: اگر تم ان کے قاتل کو نہیں دیکھتے تو کیا قتل کے ذمہ دار کو بھی نہیں دیکھتے؟

کیا تم نے خدا کا قول نہیں سنا: ﴿قد جاءكم رسل من قبلي بالبينات وبالذي

قُلتُم فَلِمَ قَتَلتُمُوهُم إن كُنتُم صَادِقِينَ﴾(۱)

ان لوگوں نے کسی رسول کو قتل کیا تھا کہ جن کے درمیان محمدؐ رہتے تھے جبکہ آپؐ کے اور عیسیٰؑ کے درمیان کوئی رسول نہیں تھا یہاں یہ لوگ رسول کے قتل سے راضی تھے اس لئے ان کو قاتل وظالم کا نام دیا گیا ہے۔

آیتوں میں سے جس آیت کی طرف امام جعفر صادقؑ نے اشارہ فرمایا ہے وہ ہے سورہ آل عمران کی ۱۸۳ ویں آیت:

﴿ألَّذِينَ قَالُوا إنَّ اللّهَ عَهِدَ إلَينَا ألَّا نُؤمِنَ بِرَسُولٍ حَتّى يَأتِيَنَا بِقُربَانٍ تَأكُلُهُ النَّارُ قُل قَد جَاءَكُم رُسُلٌ مِن قَبلِي بِالبَيِّنَاتِ وَ بِالَّذِي قُلتُم فَلِمَ قَتَلتُمُوهُم إن كُنتُم صَادِقِينَ﴾

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم سے خدا نے یہ عہد لیا ہے کہ کسی رسولؐ پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ ہمارے سامنے ایسی قربانی پیش نہ کردے کہ جس کو آگ کھا جائے، رسول آپ ان سے کہہ دیجئے مجھ سے پہلے بھی واضح دلیلوں اور تمہاری مطلوب قربانی کے ساتھ تمہارے پاس رسول آئے تھے اگر تم سچے ہو تو پھر تم نے انہیں کیوں قتل کردیا؟

اس میں شک نہیں ہے کہ اس آیت ﴿فَلِمَ قَتَلتُمُوهُم إن كُنتُم صَادِقِين...﴾ میں رسولؐ کے معاصر یہودی مخاطب ہیں اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ ان یہودیوں نے کسی رسول کو قتل نہیں کیا تھا اور ان یہودیوں اور ان قاتلوں کے درمیان چھ سو سال کا فاصلہ ہے لیکن قرآن اس کے باوجود حقیقت میں ان کی طرف قتل کی نسبت دیتا ہے۔ اور یہ نسبت مجازی طریقہ سے نہیں جیسے: ﴿فَسألُوا القَريَةَ...﴾

(۱) آل عمران: ۱۸۳

قتل کی اس نسبت کی کوئی توجیہ وتفسیر بھی نہیں ہے سوائے یہ کہ ہم اس قاعدہ کلیہ کو جانتے ہیں کہ نیت کے لحاظ سے راضی وناراض ہونے سے نیت عمل سے بدل جاتی ہے۔

بیشک سچی نیت وآرزو اور صداقت پر مبنی رضا وناراضگی عمل کی قیمت رکھتی ہے اور اس نیت کے حامل کی طرف عمل کی نسبت دینا صحیح ہے، اس نے خلوص کے ساتھ اس کی تمنا کی تھی اور خلوص کے ساتھ اس سے خوش ہوا تھا جیسا کہ کتاب خدا میں وارد ہوا ہے۔

سید رضی نے نہج البلاغہ میں روایت کی ہے:

جب خدا نے آپ کو جمل والوں پر فتح عطا کی تو آپ کے کسی صحابی نے آپ کی خدمت میں عرض کی میں اس بات کو دوست رکھتا تھا کہ میرا فلاں بھائی موجود ہوتا اور وہ آپ کی اس فتح کو دیکھ لیتا جو خدا نے آپ کے دشمنوں پر آپ کو عطا فرمائی ہے۔

فرمایا: کیا تمہارا بھائی ہمیں دوست رکھتا ہے؟

اس نے کہا: ہاں

فرمایا: وہ ہمارے پاس موجود تھا، وہ تنہا نہیں تھا، ہمارے اس لشکر میں وہ بھی موجود تھے جو ابھی مردوں کے صلب اور عورتوں کے رحموں میں ہیں، عنقریب زمانہ انہیں ظاہر کرے گا اور ان سے ایمان کو تقویت ملے گی۔

یہ قانون اور سنت الٰہی ہمیں صالحین کے اعمال میں شریک کردیتی ہے اور ثواب میں ہمیں ان سے ملحق کردیتی ہے اس اعتبار سے ہم انبیاء، اولیاء اور صالحین کے اعمال میں شریک ہیں، کیونکہ ہم نے ان اعمال کی نیت کی تھی اور اس سے راضی تھے اور اس کو دوست رکھتے تھے اور سچے دل سے اس کی تمنا کرتے تھے، جیسا کہ اس کے برعکس بھی صحیح ہے۔

پس جو شخص ظالموں کے اعمال سے راضی ہوگا اور ان کے ظلم ... اعمال

خوش ہوگا اور ان کی تمنا کرتا ہوگا ان کی نیت رکھتا ہوگا اور ان سے دفاع کرتا ہوگا تو خدا اسے انہیں کے ساتھ محشور کرے گا اگرچہ وہ وہاں موجود بھی نہیں تھا اور اس کو انہیں کا عذاب دیا جائیگا۔

یہ روایت جو وارد ہوئی ہے کہ آل محمدؐ سے حضرت مہدیؑ ظہور فرمائیں گے تو حسینؑ کے قاتلوں کو قتل کریں گے ان سب کو جمع کریں گے اور انہیں ان سے ملحق کریں گے اور قتل کردیں گے اس کے معنی یہ ہیں کہ امام مہدیؑ اس شخص کو قتل کریں گے، جو امام حسینؑ کے قاتلوں کو دوست رکھتا ہے، تاکہ ان کے رجس وظلم سے زمین کو پاک کردیں۔

زیارت امام حسینؑ، جو کہ زیارت وارث کے نام سے مشہور ہے، میں اس قانون کی دقیق تشخیص ہوئی ہے۔ جو امام حسینؑ کے قاتلوں اور ان پر ظلم کرنے والوں اور ان کے قتل سے خوش ہونے والوں پر لعنت کرتا ہے۔

زیارت کے جملے یہ ہیں: "لعن اللّٰه أمة قتلتكم و لعن الله أمة ظلمتكم، و لعن الله أمة سمعت بذلك فرضيت به"

خدا لعنت کرے اس گروہ پر جس نے آپ کو قتل کیا، خدا لعنت کرے اس گروہ پر جس نے آپ پر ظلم کیا، خدا لعنت کرے اس گروہ پر جس نے یہ سب کچھ سنا اور اس سے راضی ہوا۔

اس میں پہلا گروہ قتل کا ذمہ دار ہے۔

دوسرے گروہ نے پہلے گروہ کی تائید وتقویت کی ہے۔

تیسرا گروہ وہ ہے جو قتل حسینؑ سے خوش ہوا، یہ گروہ پہلے گروہ سے زیادہ بڑا ہے۔

اس کا حلقہ تاریخ وجغرافیہ سے زیادہ وسیع ہے۔

مجھے یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس گفتگو کو عطیہ عوفی کی اس روایت پر ختم کردوں جو انہوں نے جلیل القدر صحابی جابر بن عبد اللہ انصاری سے کی ہے، جب جابر نے سانحہ

کربلا کے بعد امام حسینؑ کی قبر کی زیارت کی۔

بشارت مصطفیٰ میں عطیہ عوفی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا:

میں جابر بن عبد اللہ انصاری کے ساتھ قبر حسینؑ بن علی بن ابی طالبؑ کی زیارت کیلئے گیا، جب ہم کربلا پہنچے تو جابر فرات پر گئے اور غسل بجالائے پھر ایک چادر کو لنگی کی طرح باندھ لیا اور دوسری کو اوڑھ لیا ایک خوشبو کی تھیلی نکالی اور اس کو اپنے بدن پر ملا اور قدم قدم پر ذکر خدا کرتے ہوئے چلے جب قبر حسینؑ کے قریب پہنچے تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ مجھے قبر سے مس کرو تو میں نے انہیں قبر سے مس کیا، جابر بیہوش ہوکر قبر پر گر پڑے میں نے ان پر پانی چھڑکا جب وہ ہوش میں آئے تو تین مرتبہ کہا: یا حسینؑ! دوست، دوست کا جواب نہیں دیتا؟

پھر کہا: آپ کیسے جواب دیں گے جب کہ آپ کو پس گردن سے ذبح کیا گیا ہے آپ کے سر کو بدن سے جدا کردیا گیا ہے۔ اے سید النبیین کے بیٹے، اے سید المومنین کے فرزند، اے حلیف تقویٰ کے پسر، ہدایت کی نسل اور اے خامس آل عبا، اے سید النقباء کے لخت جگر، اے فاطمہؑ کے نور نظر، آپ ایسے کیوں نہ ہوں، جب کہ آپ کو سید المرسلین نے کھانا کھلایا، سید المتقین کے سایہ میں تربیت ہوئی، ایمان کا دودھ پلایا گیا، اسلام کے ذریعہ دودھ بڑھائی ہوئی آپ زندگی میں بھی طیب وطاہر رہے اور موت کے بعد بھی پاک وپاکیزہ رہے لیکن آپ کے فراق میں مومنوں کے دلوں کو سکون نہیں ہے اور آپ نے جو راستہ اختیار کیا اس کی شکایت نہیں کی جاسکتی، آپ پر خدا کا سلام اور اس کی رضا ہو۔

آپ نے وہی راستہ اختیار کیا جس کو آپ کے بھائی یحییٰ بن زکریا نے اختیار کیا تھا۔

پھر جابر بن عبد اللہ انصاری نے قبر کے چاروں طرف

روحو! کہ جو بارگاہ امام حسینؑ میں پہنچیں اور میں نے اپنا سامان سفر اتار دیا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے نماز قائم کی زکواۃ ادا کی، نیکی کا حکم دیا، برائیوں سے روکا، آپ نے ملحدوں سے جہاد کیا اور آخری سانس تک خدا کی عبادت کی، قسم اس ذات کی جس نے محمدؐ کو حق کے ساتھ نبیؐ بنا کر بھیجا، یقیناً ہم بھی اس چیز میں آپ کے شریک ہیں جس میں آپ داخل ہوئے ہیں۔

عوفی نے کہا: میں نے کہا: کیسے! نہ ہم کسی وادی میں اترے نہ کسی پہاڑ پر چڑھے اور نہ ہم نے تلوار چلائی اور ظالموں نے ان کے سر و بدن میں جدائی کر دی، ان کی اولاد کو یتیم کر دیا اور ان کی بیویوں کو بیوہ کر دیا۔

جابر نے کہا: اے عطیہ! میں نے اپنے حبیب رسولؐ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے: جو شخص کسی قوم سے محبت کرتا ہے وہ اسی کے ساتھ محشور ہوگا اور جو شخص کسی قوم کے عمل کو دوست رکھتا ہے اس کو اس کے عمل میں شریک کیا جائیگا۔ قسم اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ محمدؐ کو نبیؐ بنا کر بھیجا میری نیت اور میرے ساتھیوں کی نیت وہی راستہ ہے جس سے امام حسینؑ اور انکے اصحاب گزرے ہیں مجھے کوفیوں کے گھروں کی طرف لے چلو۔

ہم راستہ طے کر رہے تھے کہ جابر نے کہا: اے عطیہ! کیا میں تمہیں وصیت کروں؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس سفر کے بعد تم سے میری ملاقات نہیں ہوگی، دیکھو، ان لوگوں سے محبت کرنا جو آل محمدؐ سے محبت کرتے ہیں اور ان لوگوں کو دشمن سمجھنا جو آل محمدؐ کو دشمن سمجھتے ہیں خواہ کتنے ہی نماز اور روزہ دار ہوں، محمدؐ و آل محمدؐ کے محبّ کے رفیق بن جاؤ، کیونکہ اگر کسی گناہ میں لغزش ہو جائیگی تو ان کی محبت کی وجہ سے وہ صحیح ہو جائیگا بیشک آپ کا محبّ اور دوست جنت میں اور ان کا دشمن جہنم میں جائیگا۔



(۲)

استدراک والحاق

اہل بیتؑ کون ہیں

اس گفتگو کے آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ سوال پیش کئے جائیں جو کہ گذشتہ بحث سے پیدا ہوتے ہیں۔

اور وہ یہ کہ اہل بیت کون ہیں کہ جن کو سیاسی امامت اور فقہ وثقافت کی مرجعیت رسولؐ سے قیامت تک کیلئے میراث ملی ہے؟

جواب: مسئلہ اس سے کہیں واضح ہے کہ انسان اس کے بارے میں غور وفکر کرے، بیشک رسولؐ کے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ حلال وحرام، اصول وفروع میں امت کی مرجعیت قیامت تک کے لئے غیر معین جماعت کے حوالے کر دیں اس جماعت کو معین، واضح اور مشہور ہونا چاہئے اور ہمیں پوری تاریخ میں رسولؐ کے اہل بیتؑ میں سے ائمہ اثنا عشر، کہ جن کو شیعہ امام مانتے ہیں، کے علاوہ کوئی ایسی مشہور جماعت نہیں ملتی کہ جس نے تاریخ میں اپنی امامت اور مسلمانوں کی مرجعیت کا اعلان کیا ہو اور تاریخ اسلام میں ہی رسولؐ کے اہل بیتؑ مشہور ہیں، انہیں کا علم وجہاد اور فہم ومیراث ہم تک سینکڑوں جلدوں میں پہنچی ہے، جس کو اس مکتب کے بلند مرتبہ علماء ایک دوسرے سے نسلاً بعد نسل میراث میں لیتے رہے ہیں، یہی سیاسی وفقہی امامت میں خود کو رسول کا وارث سمجھتے ہیں اور رسولؐ کے بعد یہی معصوم ہیں۔

رسولؐ کے بارہ امام ہوں گے

رسولؐ سے ایسے صحیح طریقوں سے کہ جن میں شک نہیں کیا جا سکتا یہ بیان ہوا ہے کہ

رسولؐ کے بعد امامت راشدہ بارہ امیروں میں منحصر ہوگی اور وہ سب قریش سے ہوں گے اور یہ روایتیں محمد بن اسماعیل بخاری کے نزدیک صحیح ہیں۔(۱) اور مسلم بن حجاج نیشاپوری نے بھی اپنی صحیح میں (۲) ترمذی نے اپنی صحیح میں۔(۳) حاکم نے مستدرک الصحیحین (۴) اور احمد بن حنبل نے مسند میں متعدد مقامات پر اور بہت سے حدیث نبوی کے حفاظ نے بھی ان حدیثوں کو نقل کیا ہے اور تاریخ اسلام میں ہمیں ایسے بارہ عادل امام و امیر نہیں ملتے ہیں کہ جو ایک دوسرے کے بعد ہوئے ہیں:

یہ امر ختم نہیں ہوگا یہاں تک کہ ان کی تعداد مکمل ہو جائیگی اور دین ایسے ہی قائم رہے گا، یہاں تک کہ ان میں سے بارہ ہوں گے، ان کی تعداد اتنی ہی ہوگی کہ جتنی بنی اسرائیل کے نقباء کی تعداد تھی اس کے علاوہ اور بھی صحیح روایتیں وارد ہوئی ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ تاریخ اسلام میں اس واضح صفت کے حامل ہمیں بارہ امام و امیر، ائمہ اہل بیتؑ کے ان مشہور بارہ اماموں کے علاوہ نہیں ملتے ہیں کہ جن کی امامت سے شیعیان اہل بیت وابستہ ہیں، اگر ہم ان کی امامت کا انکار کردیں تو رسولؐ کی حدیث صحیح نہیں رہے گی اور اس کا کوئی مصداق نہیں ملے گا اور ایسی بات قبلہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے والا نہیں کہے گا۔

آیت تطہیر

ہماری اس بات کا دوسرا ثبوت سورۂ احزاب کی آیت تطہیر ہے:﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾(۵)

---

(۱) صحیح بخاری: کتاب الاحکام (۲) صحیح مسلم: کتاب الامارۃ: ج۱۲ ص۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳ شرح نووی طبع ۱۹۷۲ء
(۳) صحیح ترمذی: ج۷ ص۳۵ کتاب الفتن (۴) مستدرک الصحیحین: ج۴ ص۵۰۱ (۵) احزاب: ۳۳

اہل بیتؑ خدا کا بس یہ ارادہ ہے کہ تم کو ہر رجس سے پاک رکھے اور ایسے پاک رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔

اس میں مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ رسولؐ نے علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ وحسینؑ کو کساء کے نیچے جمع کیا ان کے علاوہ کسی غیر کو آنے کی اجازت نہیں دی، تو یہ آیت:﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ ...﴾ نازل ہوئی۔(۱)

رسولؐ کی حدیثیں اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ رسولؐ نے انہیں کو اہل بیتؑ قرار دیا ہے، چنانچہ آیت تطہیر کے نزول کے وقت آپؐ نے حضرت علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ وحسینؑ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا تھا:"اللّٰهم هولاء أهل بيتي، فاذهب عنهم الرّجس و طهّرهم تطهيرًا ..." اے اللہ یہی میرے اہل بیت ہیں، ان سے رجس کو کثافت کو دور رکھ اور ان کو اس طرح پاک رکھ جیسے پاک رکھنے کا حق ہے۔ ام سلمہ نے کہا: اے اللہ! کے رسولؐ میں بھی ان میں سے ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: تم اپنی جگہ پر رہو، تم خیر پر ہو۔(۲)

جو روایتیں اہل بیتؑ کو پنج تن پاک میں محدود و منحصر کرتی ہیں ان کے غیر کو نہیں، ان روایات میں بہت سی صحیح بھی ہیں، ان میں چون وچرا کی گنجائش نہیں ہے، ان کو ترمذی، طحاوی، ابن اثیر جزری نے اور حاکم نے مستدرک میں اور سیوطی نے درمنثور میں بہت سے طریقوں سے نقل کیا ہے، یہ صحیح روایات ان اہل بیتؑ کی تعیین و تشخیص میں ہیں جن کے بارے میں مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جن کو رسولؐ نے کساء کے نیچے جمع کیا تھا۔

اس کے بعد رسولؐ جب صبح کی نماز کیلئے نکلتے تو فاطمہ زہراؑ کے دروازہ پر جاتے اور فرماتے تھے:

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ باب فضائل الحسن والحسین، مستدرک الصحیحین ۳ [illegible]

"الصلوٰۃ یا أھل البیت، ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾". (۱)

سیوطی نے اپنی کتاب درمنثور میں اس آیت: ﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ ...﴾ کی تفسیر کے سلسلہ میں ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: جب یہ آیت: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ ...﴾ نازل ہوئی تو حضرت رسالت مآب آٹھ ماہ تک نماز صبح سے پہلے حضرت علیؑ کے دروازہ پر آتے اور کہتے تھے: "الصلاۃ رحمکم اللّٰہ".

نماز، خدا تم پر رحم کرے: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ (۲) اور آپؐ کے اس عمل کو اصحاب دیکھ رہے تھے۔

رسولؐ یہ چاہتے تھے کہ وہ اہل بیت معین ہو جائیں کہ جن سے خدا نے رجس کو دور رکھا اور ایسے پاک رکھا جیسا پاک رکھنے کا حق ہے، چنانچہ جب ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ اہل بیتؑ کون ہیں؟ اور ان سے خدا نے رجس کو دور رکھا ہے اور اس طرح پاک رکھا ہے جس طرح پاک رکھنے کا حق ہے، تو ہمیں یہ معلوم ہو جائیگا کہ اہل بیتؑ کون ہیں اور امامت اور فقہی مرجعیت آخری زمانہ تک انہیں میں محدود رہی، یہی پنجتن ہیں جن سے خدا نے رجس کو دور رکھا ہے جیسا کہ قرآن گواہ ہے وہ حق اور سچ کہتے ہیں جیسا کہ قرآن گواہ ہے اور امامت اور فقہی وثقافتی مرجعیت ان سے ہی متصل رہے گی، جیسے زنجیر کی کڑیاں ایک دوسرے سے جڑی رہتی ہیں، امام سابق کی وصیت سے، یہاں تک کہ اس کا سلسلہ پہلے امام حضرت علیؑ تک پہنچ جائیگا۔ اس سے بارہ ائمہ معین ہو جاتے ہیں جن کے بارے میں رسولؐ کی حدیث میں اشارہ ہوا ہے۔

---

(۱) صحیح ترمذی: ۲/۲۰۹ (۲) تفسیر درمنثور میں سورہ طہٰ آیت: ۱۳۲ کے ذیل میں۔

التماس سورۃ الفاتحہ

سیدہ فاطمہ رضوی بنت سید حسن رضوی
سید ابوذر شہرت بلگرامی ابن سید حسن رضوی

سید مظاہر حسین نقوی ابن سید محمد نقوی
سید محمد نقوی ابن سید ظہیر الحسن نقوی

سید الطاف حسین ابن سید محمد علی نقوی
سیدہ اُمّ حبیبہ بیگم

حاجی شیخ علیم الدین
شمشاد علی شیخ
مسیح الدین خان

فاطمہ خاتون
شمس الدین خان
وجملہ شہداء ومرحومین ملت جعفریہ

طالبانِ دعا

سید حسن علی نقوی ، حسّان ضیاء خان
سعد شمیم ، حافظ محمد علی جعفری

اللھم صل علی محمد و آل محمد و عجل فرجہم

Hassan

naqviz@live.com